جلد 12 شمارہ 2 دسمبر 2009ء ذوالحجۃ 1430ھ

وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا

صداقت

اللہ

محبت

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

ماہنامہ
آدمیت
اسرِ فلاح
گوجرانوالہ
عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد **خواجہ عبدالحکیم انصاری** رح

بانی سلسلہ

نگران و سرپرست

محمد صدیق ڈار صاحب توحیدی

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

Mob: 0300-6493335

مدیر : احمد رضا

نائب مدیر : پروفیسر محمد احمد شاد

تقسیم کنندہ : میاں علی رضا

ڈیزائنگ اینڈ کمپوزنگ : محمد رفیق

مجلس ادارت

خالد مسعود، پروفیسر منیر احمد لودھی

ائیر کموڈور (ر) اعجاز الدین

پیر خان، عتیق احمد عباسی

ایم طالب، عبدالقیوم ہاشمی

پروفیسر غلام شبیر شاہد

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ کے لئے

مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ)

وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ

Ph:055-3862835
055-4005431

رابطہ مدیر : 0321-6400942

فیکس نمبر : +92-55-3736841

ای میل : info@toheedia.net

قیمت شمارہ ــــــــ 20/- روپے

سالانہ فنڈ ــــــــ 200/- روپے

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراجدین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

اس شمارے میں

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے اغراض و مقاصد

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی

عقیدہ توحید اور کردار کی تشکیل

”ہمارے سلسلہ کی بنیاد توحید ہے۔ ہمارا مقصد اور ہمارے سلوک کی آخری منزل ذات باری تعالیٰ کا قرب اور دیدار ہے۔ یہ بات ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جس عمارت کی بنیاد ہی کمزور یا غلط ہوگی وہ عمارت کبھی مضبوط نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ کسی شاعر نے کس قدر سچ کہا ہے کہ:۔

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

اِسی لئے میں آپ سے یہی کہا کرتا ہوں کہ توحید کو بدرجہ کمال حاصل کرو اور پکے اور سچے توحیدی بنو۔ تب تمہارے اذکار و اعمال میں وہ طاقت پیدا ہوگی جو اللہ تک پہنچانے کیلئے ضروری ہے۔ صرف زبان سے کہہ دینا کہ ہم توحیدی ہیں اور اپنے نام کے بعد توحیدی لکھ کر فخر سے سر اونچا کر لینا ہرگز کافی نہیں بلکہ محض مذاق ہے۔ ایک توحیدی کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ سوائے خدا کے نہ تو کسی سے ڈرے، نہ کسی کے سامنے سر جھکائے، نہ کسی سے مدد مانگے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز ہرگز نہیں کہ تم دنیا سے تعلق قطع کر کے رہبانیت اختیار کر لو اور اسباب و وسائل سے کام لینا چھوڑ دو۔ یاد رکھو کہ ترک وسائل اسلام میں قطعاً ناجائز ہے۔ مطلب صرف یہ ہے کہ اگر تم کو ایسے دشمن سے واسطہ پڑ جائے جو تمہاری دانست میں زیادہ قوی ہو اور تمہاری جان و مال کیلئے تباہ کن ثابت ہو سکتا ہے تو بھی تم اس سے ہرگز نہ ڈرو۔ خدا پر یقینی طور پر بھروسہ رکھو۔ وہ تمہاری مدد کرے گا اور بے فکر ہو کر اس کا مقابلہ کرو، یقیناً تم فتح یاب ہو گے۔ اِسی طرح مفلسی اور ناداری میں بھوک اور فاقہ کا خطرہ ہو اور بظاہر کوئی سامان اور سبب تم کو اس مصیبت سے بچانے کا نظر نہ آتا ہو، تب بھی ایک توحیدی کو مطلق ڈرنا نہیں چاہئے بلکہ خدا پر بھروسہ اور یقین رکھنا چاہیے کہ وہ تمہاری مدد کرے گا۔ اگر تم واقعی توحیدی ہو اور خدا پر اٹل ایمان رکھتے ہو تو یقیناً مدد آئے گی اور کسی ایسے گوشے سے آئے گی جس کا تم کو وہم و گمان بھی نہ ہوگا“ (چراغ راہ آخری خطبہ)

”ایک توحیدی کہیں بھی کسی بھی حال میں ہو، سوائے خدا کے نہ کسی سے ڈرتا ہے نہ کسی سے مدد چاہتا ہے۔ اِس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ خدا کے بنائے اور بتائے ہوئے وسائل سے کام لینا

ترک کردیتا ہے۔ بلکہ ہر مصیبت کا مقابلہ کرنے کیلئے بھرپور کوشش کرنے کے بعد بھی اگر ناکام ہو جاتا ہے۔ تب بھی ہمت نہیں ہارتا، اور مایوس نہیں ہوتا بلکہ خوش ہی رہتا ہے۔ ایسی حالت میں وہ سورۃ البقرہ کی آیت 216 کی طرف رجوع کرتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "عجب نہیں کہ ایک چیز تم اپنے لئے پسند کرو لیکن حقیقت میں وہ تمہارے لئے مضر ہو، اللہ بہتر جانتا ہے اور تم نہیں جانتے"۔ یہ اس کو بے انتہا سکون اور قلبی طاقت عطا فرماتی ہے۔ اس کو یقین ہو جاتا ہے کہ اگر میری کوشش کامیاب ہو جاتی ہے تو انجام کار وہ میرے لئے مفید ہونے کی بجائے اِنتہائی تکلیف دہ اور ممکن ہے، تباہ کن ثابت ہوتی۔ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے کہ "تم پر جو مصیبت آنے والی ہے وہ ہم نے پہلے ہی تمہاری نام لکھ دی ہے"۔ (الحدید۔22) اس آیت سے تم کو ذہنی اور قلبی تقویت ملنی چاہئے کہ جب اللہ نے یہ مصیبت ہمارے نام پہلے ہی لکھ دی ہے تو اس پر گھبرانا، رنج کرنا یا مایوس ہونا انتہائی ناشکری، کفران نعمت بلکہ ایک قسم کی بغاوت ہے۔ اگر تم آنے والی مصیبتوں کو نعمت سمجھ لو تو تم کو دائمی مسرت جیسی نعمت حاصل ہو جائے گی جو کروڑوں اور اربوں روپے میں بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ سالکان راہ خدا کا تجربہ ہے کہ جس قدر کسی کو تکلیف ہوتی ہے اسی قدر اس کا قلبی تعلق خدا سے زیادہ ہوتا جاتا ہے، قرب اور لقائے باری تعالیٰ کے حصول میں جس قدر مدد اس سے ملتی ہے وہ کسی اور ریاضت اور عبادت سے نہیں ملتی۔ اب خود سوچئے کہ لقاء اور قرب خداوندی سے زیادہ بڑی نعمت اور کونسی ہو سکتی ہے اور یہی وہ تکمیل نعمت ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے"۔ (چراغ راہ، آخری خطبہ)

برادران کرام! بانی سلسلہؒ نے ایک توحیدی کیلئے جس مثالی کردار اور تسلیم و رضا کے معیار کا ذکر بار بار فرمایا ہے اس سے گھبرانا نہیں چاہئے بلکہ قوت ارادی کو مضبوط اور حوصلوں کو بلند رکھنے کا عزم کرنا چاہئے کیونکہ آزمائشیں ہی سچی دوستی کو جنم دیتی ہیں۔ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ امتحانات فیل ہونے کیلئے نہیں بلکہ صلاحیت جانچنے اور اگلے درجوں میں ترقی دینے کیلئے لئے جاتے ہیں۔ جو طالبان حق مقربین میں شامل ہونا چاہتے ہیں ان کو بہر حال ان تنگ گھاٹیوں سے گزرنا ہی پڑتا ہے۔ جن کی طلب صادق ہوتی ہے وہ راہ کی کسی دشواری کو خاطر میں نہیں لاتے اور اللہ کے قرب و دیدار کی منزل کی طرف بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں۔ اللہ کی رحمت اپنے پُرخلوص بندوں اور محبت کے پروانوں کی خود رہنمائی اور دستگیری فرماتی ہے اور وہ اپنی مراد حاصل کر لیتے

ہیں ہمارے ہادی ومحسن نے دسویں خطبہ میں ارشاد فرمایا۔

''برادرانِ حلقہ! آپ سب اللہ کے فضل وکرم سے توحیدی ہیں۔آپکو سختی سے اپنا محاسبہ کرنا چاہئے کہ صرف نام ہی کے توحیدی تو نہیں، سچ مچ کے توحیدی ہیں۔توحید میں اتنی طاقت ہے کہ اگر کوئی شخص واقعی توحیدی ہے تو خواہ اس اکیلے کے سامنے دنیا کی ہزار بلائیں موجود ہوں، شیر منہ کھولے دھاڑتے ہوئے اس کی طرف بڑھ رہے ہوں، ہزاروں کفار کا لشکر حملہ کر رہا ہو، سر پر ایٹم بم لئے ہوائی جہاز چکر لگا رہے ہوں۔اس کے پائے اثبات میں ذرا بھی تزلزل نہ آئے گا۔ کیوں؟ محض اس لئے کہ توحیدی کسی سے نہیں ڈرتا (نہ ہی وہ موت سے ڈرتا ہے) مگر یاد رکھو کہ کسی سے نہ ڈرنے کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ لوگوں کے ساتھ بدتمیزی اور سختی و درشتی سے پیش آؤ۔یاد رکھو اللہ کو دیکھنے کیلئے اس کے راستے میں پہلا قدم وہ رکھ سکتا ہے جو پکا توحیدی ہو''۔

(چراغ راہ دسواں خطبہ)

اجتماعی اصلاح کی اہمیت اور روحانیت

بانی سلسلہؒ اعلیٰ روحانی مراتب اور بزرگی حاصل کر لینے کے بعد اجتماعی اصلاح اور خدمت خلق کو مقصود اعظم قرار دیتے تھے۔آپ نے صوفیاء اور علماء کے طریق اصلاح کا فرق بیان کرتے ہوئے دوسرے خطبے میں ارشاد فرمایا۔

''اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب انسان کامل بن جاتا ہے تو پھر اس کا کیا کام ہوتا ہے؟ اس کا کام بھی یہی ہوتا ہے کہ لوگوں کی اصلاح کرے۔ان کو اللہ کا سیدھا راستہ بتائے، اس پر ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب علماء اور صوفیاء دونوں ہی کا کام اصلاح اور اخلاق کی درستی ہے تو عالم بن جانا ہی کافی ہے۔اس قدر پاپڑ بیلنے اور ریاضت اور مجاہدہ کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ علماء صاحب قال ہوتے ہیں اور صوفی صاحب حال۔علماء کے کہنے کا دل پر کوئی اثر نہیں ہوتا لیکن صوفی اگر واقعی کامل ہو تو اس کے کہنے کا اثر بہت جلدی ہوتا ہے۔علاوہ ازیں صوفی کے دل میں ایک طاقت ہوتی ہے۔وہ اس طاقت کو جس کے دل پر ڈال کر قوت ارادی سے کام لیتا ہے۔اس کی کیفیات کو رفتہ رفتہ بدل سکتا ہے اور اس کے دل میں جو زنگ ہوتا ہے اس کو آہستہ آہستہ دور کر دیتا ہے۔اس طرح انسان رفتہ رفتہ بد سے نیک اور شقی سے سعید بن جاتا ہے اب اس سے زیادہ اچھا کام اور کیا ہو سکتا ہے کہ معاشرہ کو برے آدمیوں اور برائیوں سے پاک کر

کہ اس میں نیک لوگوں کا اضافہ کیا جائے۔انبیاء کا کام بھی یہی تھا اور جو بزرگ یہ کام کرتے ہیں صحیح معنوں میں وہی انبیاء کے وارث اور نائب کہلانے کے مستحق ہیں"۔

قلوب کی اصلاح کے متعلق بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خیالات کی توثیق حکیم الامتؒ کی "ضرب کلیم" میں شامل "تعلیم" کے عنوان سے لکھی گئی ایک نظم سے بھی ہوتی ہے۔علامہؒ کے نزدیک انسان سازی اور آدم گری اہل علم کا نہیں بلکہ اہل نظر کا کام ہے۔دلوں کی اصلاح اہل دل ہی کر سکتے ہیں۔جو اپنی روحانی توجہ سے دلوں میں اللہ کی محبت کی جوت جگا کر حقیقی اصلاح کی بنیاد رکھ دیتے ہیں۔کیونکہ اللہ کے پیار کی لذت کے سامنے دوسری تمام لذات ہیچ ہو جاتی ہیں اور انسان ان کی گرفت سے نکلنے پر آسانی سے قادر ہو جاتا ہے۔علامہؒ کی نظم یہ ہے۔

زندگی کچھ اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے
زندگی سوز جگر ہے علم ہے سوز دماغ
علم میں دولت بھی ہے قدرت بھی ہے لذت بھی
ایک مشکل ہے کہ ہاتھ آتا نہیں اپنا سراغ
اہل دانش عام ہیں، کمیاب ہیں اہل نظر
کیا تعجب ہے کہ خالی رہ گیا تیرا ایاغ
شیخ مکتب کے طریقوں سے کشاد دل کہاں
کس طرح کبریت سے روشن ہو بجلی کا چراغ

اِسی طرح اپنے تیسرے خطبے میں ارشاد فرمایا۔

"اِس میں شک نہیں کہ اولیائے کرام کی توجہ اور دعا سے لوگوں کو ہر طرح کے فائدے پہنچتے اور بہت سے بگڑے ہوئے کام بن جاتے ہیں لیکن یہ بزرگ ان انفرادی فوائد کی طرف زیادہ توجہ نہیں دیتے۔اصل کام وہ جو اس طاقت سے لیتے ہیں وہ اجتماعی اصلاح ہے اور صحیح معنوں میں بنی نوع انسان کی سب سے بڑی خدمت یہی ہے۔تمام پیغمبر بھی اِسی غرض سے بھیجے گئے تھے۔انفرادی طور پر لوگوں کو فائدہ پہنچانے کیلئے نہیں بھیجے گئے۔ہمارے آقائے محترم رسول اکرم ﷺ جب تشریف لائے تو سارا عرب جہالت، جدال وقتال اور مفلسی کے گھنگھور طوفانوں میں گھرا ہوا تھا۔مگر حضور ﷺ نے ان کا افلاس دور کرنے کیلئے نہ تو پارس پتھری دی، نہ کیمیا کا نسخہ بتایا۔نہ

دست غیب کا علم سکھایا بلکہ اجتماعی طور پر ان کی تہذیب و اصلاح کو کوشش کی"۔

نیا سلسلہ کیوں بنایا گیا

یہ موضوع نہایت ہی اہم ہے کیونکہ اس کا تعلق سلسلہ توحیدیہ کے بنیادی ہدف سے ہے ۔سلسلہ کے اغراض و مقاصد معلوم ہونے پر ہی ہم اپنی جدوجہد کی سمت متعین کر سکتے ہیں ۔اس کی تشریح سے وہ فرائض نکھر کر سامنے آ جائیں گے جو توحیدی ہونے کے ناطے ہم پر عائد ہوتے ہیں ۔

بانی سلسلہؒ نے آٹھویں خطبے میں تحریر فرمایا ہے ۔

"قوم کے عروج و زوال بلکہ زندگی اور موت کے ذمہ دار تو اعلیٰ طبقہ کے لوگ ہوتے ہیں ۔وہ دیانت داری، محنت اور خلوص سے محض ملک وقوم کے فائدے کیلئے کام کریں تو وہ قوم کبھی ذلیل وخوار نہیں ہو سکتی ۔لیکن جب خود یہی لوگ بددیانت ،راشی ،بدچلن ،بدخلق اور مفاد پرست ہوں تو پھر قوم کا خدا ہی حافظ و ناصر ہے ۔اس کا سفینہ آج نہیں ڈوبا تو کل ڈوبے گا ۔میں نے آج (1972) سے پورے ساٹھ سال پہلے یہ بات محسوس کر لی تھی کہ ہماری قوم بڑی تیزی سے تباہی اور زوال کے غار کی طرف رواں دواں ہے ۔اسی زمانہ سے میں دنیا کی مختلف قوموں کے عروج و زوال کی داستانیں تاریخ میں پڑھتا رہا ۔پھر مدتوں اس بات پر غور کیا کہ قومیں کن وجوہات کی بنا پر بنتی اور بگڑتی ہیں ۔ اس کے بعد مسلمانوں کی اصلاح وترقی اور احیاءِ ثانیہ کیلئے جتنی جماعتیں وجود میں آئیں ان کی تنظیم، مساعی اور طریق کار کا مطالعہ بہ نظر غائر کیا اور ان کی ناکامی کے اسباب معلوم کرنے کی کوشش کی ۔ پورے تیس سال کی جدوجہد اور کدوکاش کے بعد میں تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ ہم مسلمان خواہ وہ کسی بھی ملک کے ہوں ،مومن نہیں ہیں ۔صرف مسلمان ہیں اور مسلمان بھی نام کے ۔ 90 فیصد مسلمان تو قرآن کریم کی بجائے رسوم پرستی کو اسلام سمجھ رہے ہیں ۔ہم نے فرائض کو بھلا دیا ہے اور فروعات کو فرائض سے بھی زیادہ اہمیت دیتے ہیں ۔ہم نماز اول تو پڑھتے ہی نہیں اور اگر پڑھتے بھی ہیں تو یہ کبھی نہیں سوچتے کہ ہماری نماز میں خشوع وخضوع اور حضوری باری تعالیٰ کہاں تک تھی ۔اگر نماز سے یہ فوائد حاصل نہیں ہوتے تو وہ کیا خاک نماز ہے؟ وہ تو ایک رسم ہے، محض رسم جو پانچ وقت ادا کر لی جاتی ہے ۔یہی حال دوسری عبادات کا ہے کہ محض رسماً ادا کر لی جاتی ہیں ۔اس کے ساتھ میں نے دیکھا کہ علمائے کرام میں جو لوگ واقعی متقی اور پرہیزگار ہیں ان کی باتوں میں بھی کوئی اثر نہیں ہوتا ۔ان کی تقریر کے دوران لوگ روتے بھی ہیں اور ان کے دل میں اصلاح کا ولولہ بھی اُٹھتا ہے ۔لیکن جلسہ گاہ

سے نکلتے ہی وہ سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ پھر میرا خیال صوفیاء کرام کی طرف گیا جو بخارا، ایران اور عراق سے چل کر اکیلے یا دو چار مریدوں کے ساتھ بالکل بے سرو سامان انڈونیشیا، چین اور ترکستان یا ہندوستان آئے اور کسی شہر میں مقیم ہو کر خاموشی سے تبلیغ اسلام کرنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے لاکھوں آدمیوں کو مسلمان بنالیا۔ مدتوں ان کی زندگی اور ان کے اخلاق کا تجزیہ کرنے اور موجودہ سچے صوفیوں اور پھر خود اپنی حالت پر غور کرنے کے بعد مجھ پر یہ راز کھلا کہ ان کے پاس دو چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو ان کے پاس بیٹھنے والوں کے دلوں کو موہ لیتی ہیں اور ان کی ذات کا والہ و شیدا بنا دیتی ہیں۔ ان میں سے ایک تو ان کا اخلاق ہے اور دوسری چیز جو اخلاق سے بھی زیادہ موثر اور طاقتور ہے وہ روحانی طاقت ہے جو حرارت یا سوز و گداز کی صورت میں ان کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ دو چیزیں ایسی ہیں کہ وہ جس سے بات کرتے ہیں وہ نہایت غور سے ان کی بات سنتا اور جو کچھ کہتے ہیں اس پر بے چون و چرا عمل کرنے لگتا ہے۔ یہ بات معلوم ہو جانے کے بعد میں نے خود اس کے تجربے کئے تو سو فیصد درست پائے۔ اب میں نے ''حلقۂ توحیدیہ'' کی بنیاد ڈالی اور غیر مسلموں کو مسلمان بنانے کی بجائے خود مسلمانوں کے اخلاق کی اصلاح شروع کر دی۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے کہ میری محنت رائیگاں نہیں گئی''۔

آپؒ نے 1963ء میں لاہور میں منعقد ہونے والے پانچویں سالانہ اجتماع میں اپنے دوسرے خطبے کے آخر میں ارشاد فرمایا۔

''میں نے خطبہ کے شروع میں کہا تھا کہ میں آپ کو بتاؤں گا کہ میں نے یہ نیا سلسلہ کس غرض سے قائم کیا ہے اور میں کیا چاہتا ہوں۔ تو اب میں بتاتا ہوں کہ میں آپ کو صحیح تصوف سکھانا اور انسان کامل بنانا چاہتا ہوں۔ میں یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ آپ حقائق کو چھوڑ کر کوائف میں کھو جائیں۔ دنیا کا کوئی کام نہ کریں۔ توکل کی چادر اوڑھے شراب معرفت کے نشہ میں مست پڑے کرامتیں دکھایا کریں۔ میں جس راستہ پر آپ کو چلانا چاہتا ہوں وہ بالکل ہمارے سرکار ابد قرار احمد مختار ﷺ کے نقش قدم پر جاتا ہے جو کچھ میں کہتا ہوں اس کو رسول ﷺ کے اسوہ حسنہ سے ملالو۔ اگر میں کہیں غلطی پر ہوں تو مجھے آگاہ کر دو۔ میں اپنے طریقے میں بڑی خوشی سے ترمیم کرلوں گا۔ جو لوگ اس راستہ پر چلنا نہیں چاہتے ان کو چاہئے کہ حلقہ سے الگ ہو جائیں اور کسی ایسے سلسلہ میں شریک ہو جائیں جو ان کی خواہش اور مرضی کے مطابق ہو۔

''آخر یہ سب کچھ کیوں ہے؟ اس لئے اور محض اس لئے کہ توحید کی تعلیم غائب ہو چکی ہے اور اسکی جگہ غیر اللہ پرستی نے لے لی ہے۔ برادران حلقہ یہ کام آپ نے اپنے ہاتھ میں لیا ہے کہ توحید کی تعلیم کو پھر زندہ کریں اور اگر تمام عالم اسلام میں نہیں تو کم از کم پاکستانی مسلمانوں کے دل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے عشق کی آگ کو اس طرح بھڑ کائیں کہ غیر اللہ پرستیاں سب کی سب جل کر راکھ کا ڈھیر ہو جائیں۔ آپ کے سامنے ایک بہت بڑا کام ہے۔ اس کو معمولی کام نہ سمجھئے۔ یہ کام لوگوں کے مشرکانہ عقائد کی اصلاح کا کام ہے اور ہر انسان اپنے عقائد کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہے اور اصلاح کرنے والوں کی جان کا دشمن ہو جاتا ہے۔ قدم قدم پر مقابلہ کرتا اور رکاوٹیں ڈالتا ہے۔ اچھی طرح یاد رکھئے کہ آپ کو صرف عقائد ہی کی اصلاح نہیں کرنی بلکہ ان بیہودہ فرسودہ رسوم کو بھی مٹانا ہے جو ہمارے معاشرہ کو گھن کی طرح کھائے جا رہی ہیں''۔

روحانی طاقت سے اصلاح کا طریق کار

''برادران حلقہ! آپ کو اصلاح کا کام کرنا ہے اس لئے اپنے حلقہ کی تعلیم کے مطابق غصہ بالکل نفی کر دو۔ قلب میں پاس انفاس کے ذریعہ روحانی طاقت کو بڑھاؤ۔ پھر دیکھو کہ تم کتنی جلدی کامیاب ہوتے ہیں۔ اصلاح کرنے والوں کیلئے اپنی زبان پر قابو رکھنا بھی بہت ضروری ہے۔ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ ''اللہ کے راستے کی طرف حکمت اور حسین الفاظ میں نصیحت کر کے بلاؤ'' اس کا مطلب یہ ہے کہ جسکی تم اصلاح کرنا چاہتے ہو اس کو اس کے کسی عیب کی وجہ سے ہرگز برا نہ کہو۔ بلکہ اس سے محبت اور شفقت سے پیش آؤ اور کوشش کرو کہ وہ تمہارا دوست بن جائے اور بار بار تمہارے پاس آنے لگے۔ (جس طرح ایک ڈاکٹر بیماری سے نفرت کرتا ہے لیکن بیمار کا ہمدرد ہوتا ہے۔ اس طرح اصلاح کرنے والوں کو برائی سے تو نفرت ہونی چاہئے لیکن برے آدمی سے ہرگز نہیں۔ اس پر تو دلی رحم آنا چاہئے کہ بیچارا غفلت کی وجہ سے اپنی عاقبت برباد کر رہا ہے) اس کے علاوہ اصلاح کیلئے کبھی کسی پر کسی قسم کا اعتراض نہ کرو۔ اس کا ہر عیب اور ہر زیادتی برداشت کرو۔ بحث ہرگز نہ کرو۔ بحث سے سوائے تضیع اوقات کے کچھ حاصل نہیں ہوتا بلکہ یوں دلوں میں کدورت آ جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص بحث کرنے پر بہت ہی مصر ہو تو جیسا کہ میں پہلے بھی کسی خطبہ میں بتا چکا ہوں اس سے نہایت عاجزی سے معافی مانگو اور کہہ دو کہ ''ہمارے مسلک میں بحث قطعاً منع ہے۔ آپ اپنے مسلک پر چلتے رہیں، ہم خوش ہمارا خدا

خوش۔لیکن ہمیں ہمارے مسلک پر چلنے دو۔آؤ باوجوداز یں ہم آپس میں دوست رہیں ۔یہ سب فروعی باتیں ہیں ان کیلئے دلوں میں عناد کیوں پیدا کیا جائے''۔مگر یہ تم اِسی وقت کہہ اور کرسکو گے جب کہ تم نے غصہ اچھی طرح نفی کردیا ہو اور قوت برداشت بدرجہ اتم پیدا ہوگئی ہو۔ہمارے حلقہ کی تعلیم کے مطابق اصلاح کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ تم لوگوں سے نہایت محبت اور خلوص سے پیش آؤ ۔ظاہری اور بناوٹی محبت نہیں، حقیقی محبت کرو جیسا کہ تم کو بتایا اور سکھایا گیا ہے۔عالمگیر محبت کو اپنا شعار بناؤ۔اس لئے جس سے بھی ملو، حقیقی محبت کے جذبہ سے ملو۔اگر کبھی ضرورت پڑے اور تم کو توفیق ہو تو چھوٹی موٹی کوئی خدمت لوگوں کی کردیا کرو۔اور دل میں یہ خواہش پیدا کرو کہ اس شخص کی اصلاح ہو جائے ۔اگر تم دل سے ایسا چاہو گے تو تمہارے قلب سے جولہریں نکلیں گی اس کے دماغ کو متاثر کئے بغیر نہ رہیں گی۔وہ رفتہ رفتہ تمہاری ہر بات ماننے لگے گا اور اس طرح اس کی اصلاح ہوجائے گی ۔اصلاح ہمیشہ اللہ کے واسطے کرنی چاہئے ۔تمہاری اپنی ذاتی غرض اس سے وابستہ نہ ہو۔یعنی اس کام میں ذاتی مفاد یا اپنی فضیلت و بڑائی کا رائی برابر خیال دل میں نہ ہو۔محض خداوند قدوس کیلئے اور اُمت اسلامیہ کی بہتری اور بہبود کیلئے کیا جائے''۔ (چراغ راہ نواں خطبہ)

''اخلاق حسنہ پیدا کرنے کیلئے پہلی ضروری بات یہ ہے کہ تمام مخلوق خدا کے ساتھ ایک عالمگیر محبت کا جذبہ پیدا کرو اور اپنے دل و دماغ اور روح کو محبت کے رنگ میں رنگ لو۔اگر تم ولی اللہ بننا چاہتے ہو، اور اگر تمہاری خواہش ہے کہ اللہ تمہارے ساتھ محبت کرے تو ضروری ہے کہ تم اس کی مخلوق سے محبت کرو۔مجنوں تو لیلیٰ کے کتے سے بھی محبت کرتا تھا۔تم کیسے محبّ ہو کہ اپنے محبوب کی مخلوق سے بھی محبت نہیں کرتے''۔ (طریقت توحیدیہ صفحہ 56-55)

مجھے آپ سے صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ خلوص و محبت کے ساتھ حلقہ کی تعلیم پر پوری پابندی سے عمل کرتے ہوئے پہلے کی نسبت اور زیادہ شوق اور جوش سے عمل کرو۔عمل کرو اور عمل کرتے رہو۔اپنی اور دوسرے مسلمانوں کی اصلاح کرو۔دنیوی ترقی کیلئے نئی نئی راہیں نکالو اور ان پر عمل کرو۔خلق خدا کی خدمت کرو۔سب کے ساتھ محبت سے پیش آؤ۔کتنی ہی تکلیفیں اور مصیبتیں آن پڑیں مایوس اور اُداس مت ہو۔ ہمت نہ ہارو، ہمیشہ خوش رہا کرو، دل میں اللہ کو بسائے رکھو اور ہاتھ، پاؤں، آنکھوں، کانوں اور زبان کو خدمت خلق میں لگائے رکھو۔

ہمیں خدا کیسے ملا؟

ڈاکٹر عبدالغنی فاروق

محترمہ آمنہ

محترمہ آمنہ پچاس سالہ سیاہ فام امریکی خاتون ہیں جو اپنی سماجی خدمات کی وجہ سے عالمگیر شہرت رکھتی ہیں، 1980ء میں ان کے بارے میں جو کتاب شائع ہوئی اس کے مطابق ساڑھے تین سو افراد نے ان کی ترغیب سے منشیات سے توبہ کی تھی اور ایک سو مرد و زن نے اسلام قبول کرلیا تھا۔

قابل ذکر امر یہ ہے کہ ''شکاگو نیوز'' سے وابستہ زبردست صلاحیتوں کی حامل یہ صحافی خاتون جسمانی اعتبار سے معذور ہے وہ شکاگو کے سلم (SLUM) نامی حبشیوں کے ایک ایسے محلے میں پیدا ہوئی جو غلاظت، جرائم، منشیات اور غربت و افلاس کا گڑھ تھا، اِس کا پیدائشی نام سنتھیا (SYNTHIA) تھا اور اس کا باپ بھی اکثر حبشیوں کی طرح آوارہ منش، نشہ باز اور جرائم پیشہ آدمی تھا اور اس کی ماں ہی سفید فاموں کے گھروں میں مزدوری کر کے گھر کا خرچ چلاتی تھی۔ باپ کی لاپرواہی اور سنگ دلی کی وجہ سے وہ بہت بچپن میں پولیو کا شکار ہوگئی مگر وہ غیر معمولی ذہنی صلاحیتوں کی مالک تھی۔ پانچ سال کی عمر میں اس کی ماں ایک سستی سی پہیوں والی کرسی خرید لائی اور اسے ایک سکول میں چھوڑ آئی سنتھیا نے جب سے بولنا شروع کیا تھا وہ بار بار کہا کرتی تھی، میں سکول جاؤں گی۔ میں سکول جاؤں گی۔

سنتھیا بڑی سمجھدار اور ذہین بچی تھی وہ اپنی کرسی کو گھسیٹتی ہوئی سکول چلی جاتی گھر آجاتی اور کتابیں پڑھتی رہتی اس کے اساتذہ اس کی ذہانت سے بہت متاثر تھے، وہ بڑی صابر اور باہمت بچی تھی وہ کسی احساس کمتری میں مبتلا نہ ہوئی، دوسرے بچوں کو بھاگتے دوڑتے دیکھ کر وہ اپنی معذوری پر کبھی آنسو بہاتی نہ پریشان ہوتی اور سر جھکائے بڑے اطمینان اور یکسوئی سے مطالعہ کرتی رہتی۔ اس نے اسکول میں اپنی ذہانت کی دھاک بٹھا دی تھی اسے ہر سال انعام ملا کرتا تھا۔ وقت گزرتا گیا اور سنتھیا سترہ سال کی ہوگئی، اس نے اسکول کی تعلیم مکمل کرلی تھی اور اب

یونیورسٹی میں داخلہ لیا تھا چونکہ اس کی اعلیٰ تعلیمی کارکردگی اور ذہانت سے سبھی متاثر تھے، اس لئے اسے وظیفہ مل گیا اور پانچ برس تک یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرتی رہی اور اعزاز کے ساتھ اِسے مکمل کیا اور ایک مقامی اخبار ''شکاگو نیوز'' میں اِسے ملازمت بھی مل گئی۔

یہی وہ زمانہ تھا جب سنتھیا امریکہ کے مشہور سیاہ فام رہنما میلکم ایکس کے کردار سے متعارف ہوئی موصوف مشہور و معروف جرائم پیشہ اور منشیات فروش حبشی تھا وہ بے شمار سنگین وارداتوں میں ملوث تھا اور زندگی کا بڑا حصہ جیلوں میں گزار چکا تھا پھر خدا کرنا یہ ہوا کہ میلکم مسلمان ہو گیا اور نہ صرف اس کی اپنی زندگی میں زبردست انقلاب آ گیا اور وہ ایک صالح پاکباز انسان بن گیا بلکہ اس کی تبلیغ و ترغیب سے ہزاروں سیاہ فام لوگوں کی زندگیاں بدل گئیں اس نے سینکڑوں ایسے رضا کار تیار کئے جو خاص طور پر حبشیوں کو راہِ راست پر لانے اور ان کو نشے سے نجات دلانے کیلئے دن رات کوشاں رہتے تھے، یہ ایک نئی تحریک تھی، ایک نیا انقلاب تھا جو آہستہ آہستہ امریکہ کے حبشیوں میں آ رہا تھا اور جو انہیں وقار سے زندہ رہنا سکھا رہا تھا سنتھیا میلکم ایکس کی زندگی کے دونوں پہلوؤں سے واقف تھی، اس لئے اس کے دل و دماغ نے مذہب اسلام سے بھی گہرا اثر قبول کیا تھا اور چونکہ وہ مطالعے کی رسیا تھی اس لئے اس نے اسلام کے بارے میں بہت کچھ پڑھ ڈالا اور اسے اپنے تصورات اور انسانی فطرت کے عین مطابق پایا تو اسے قبول کر لیا اور ایک روز جب کہ حسب معمول اس کا والد شراب کے نشے میں دھت اس کی ماں کی پٹائی کرنے والا تھا، اس نے اپنے باپ کو سمجھانا شروع کر دیا اور ماں کو صبر کی تلقین کرنے لگی اور گفتگو کی تیزی میں انہیں بتا دیا کہ وہ اسلام قبول کر چکی ہے، اس کے بعد جو کچھ ہوا سے خود سنتھیا بلکہ آ منہ کی زبانی سنئے۔

میرے والدین کیلئے ''مسلمان'' کا لفظ اجنبی بھی نہ تھا میں نہیں جانتی کہ اسلام اور اسلام کے پیروکاروں کے بارے میں امریکیوں کا رویہ بلا رنگ و نسل کیوں معاندانہ اور مخالفانہ ہے۔ میری زبان سے یہ سننے کے بعد کہ میں مسلمان ہو چکی ہوں میرے والدین کو بے حد تعجب ہوا خاص طور پر میری ماں کو بے پناہ صدمہ ہوا اس کا یہ ردِعمل تب بہت پریشان کن تھا۔ میں اسے ایک مظلوم عورت سمجھتی تھی میرا خیال تھا کہ وہ میرے مسلمان ہونے پر زیادہ واویلا نہ کرے گی مگر ہوا اس کے

برعکس میرے والد کے چہرے پر نفرت، حقارت اور استہزاء کے ساتھ ساتھ لاپرواہی کی جھلک بھی دکھائی دے رہی تھے اور میری ماں مسلسل بولتی جا رہی تھی۔ آج جب وہ منظر مجھے یاد آتا ہے تو میں بے اختیار مسکرا دیتی ہوں لیکن اس وقت میرا ردِعمل کچھ مختلف تھا، میں یہ محسوس کرنے لگی تھی کہ میں نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کچھ جلدی کر دیا ہے، اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ میرے ایمان میں کوئی کمی تھی بلکہ یہ کہ میں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ جب تک میں مسلمانوں کے پورے طور و اطوار باطنی اور ظاہری طور پر اپنا نہیں لیتی تب تک اسلام لانے کا اعلان نہ کروں گی مگر اس لمحے میں خاصی جذباتی ہو گئی تھی، اپنے مسلمان ہونے کا ذکر بڑے جوش اور جذبے سے کر دیا۔ میرے والد بڑبڑاتے ہوئے باہر چلے گئے، میری والدہ مجھے سمجھانے لگیں۔

''ممی''! میں نے کہا۔۔ جو ہونا تھا ہو چکا ہے، میں جو قدم آگے بڑھا چکی ہوں وہ پیچھے نہیں ہٹا سکتی'' میری ماں نے اور زیادہ شدت سے مجھے سمجھانا بجھانا شروع کر دیا، میں نے ان سے کہا کہ وہ اپنا وقت بلاوجہ ضائع کر رہی ہیں، میں مسلمان ہو چکی ہوں اور اب کچھ نہیں ہو سکتا میری والدہ نے سوچا شاید میں ضد کر رہی ہوں یا جذباتی ہو گئی ہوں، انہوں نے اپنا طویل لیکچر ادھورا چھوڑا اور مجھے اکیلا چھوڑ کر چلی گئیں۔

میں مسلمان کیوں ہوئی؟

یہ بات مجھ سے کئی لوگوں نے پوچھی ہے اور میں کئی بار جواب دے چکی ہوں، اس کے باوجود میں سمجھتی ہوں کہ مجھے اس سوال کا جواب بڑے سکون اور اطمینان سے دینا چاہیے۔۔ میرے گھریلو حالات، امریکہ میں حبشیوں کی مجموعی حالت سے زیادہ میری معذوری اور اپاہج پن نے مجھے اسلام کی طرف راغب کیا، اس کی تفصیل بھی سن لیں، ایک اخبار میں کام کرنے کی وجہ سے ہر روز میلکم ایکس اور مسلمان ہونے والے حبشیوں کی اصلاحی تحریک کے بارے میں پڑھتی تھی چونکہ پولیو کی وجہ سے میں معذور اور اپاہج ہو چکی تھی اور سوائے مطالعہ کے میرا اور کوئی شغل نہ تھا، اس لئے میری غور و فکر کی عادت بہت بڑھ گئی تھی، جب میں پڑھتی کہ میلکم ایکس اور اس کے رضاکار ساتھی لوگوں سے منشیات کی عادت چھڑانے میں کامیاب ہو رہے ہیں تو مجھے بڑی حیرت

ہوتی، میں سمجھتی یہ صرف ایک خبر ہے، جس میں صداقت نہیں ہے لیکن پھر میں سوچتی کہ یہ خبر کسی طرح جھوٹی ہوسکتی ہے اور کس حد تک جھوٹی ہوسکتی ہے؟

میرے پاس میرے اپنے اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا مگر اس زمانے میں میں نے یہ فیصلہ کرلیا کہ مجھے اسلام کے بارے میں کچھ پڑھنا چاہئے میں نے کچھ کتابیں حاصل کیں اور پڑھنے لگی، اسلام کے بارے میں ان کتابوں نے مجھے خاصا متاثر کیا جب میں نے یہ کتابیں پڑھ لیں تو میرے دل میں قرآن پڑھنے کا خیال پیدا ہوا اور میں نے انگریزی میں ترجمہ قرآن کا ایک نسخہ حاصل کرلیا قرآنِ پاک کے اس ترجمے نے مجھے عجیب طرح کا روحانی سرور بخشا، جسے میں بیان نہیں کرسکتی آج میں سمجھتی ہوں کہ اگر کوئی بھی شخص دلچسپی، انہماک اور لگن سے قرآنِ پاک کا مطالعہ کرے تو وہ اس مقدس کتاب کی حقانیت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

قرآن پاک کے مطالعے نے مجھے کئی دن بے چین رکھا، میرے دل میں ایک عجیب طرح کا جذباتی مدوجزر پیدا ہوگیا تھا، جی چاہتا کہ اب میلکم ایکس سے ملوں مگر وہ اس شہر سے بہت دور تھے میں نے اخبار کے ذریعے یہ پتہ چلایا کہ یہاں ہمارے شہر میں کون سا ایسا شخص ہے جو مسلمانوں کی رہنمائی کرتا ہے، اس کا پتہ مجھے جلد ہی مل گیا میں نے اس شخص محمد یوسف کو فون کیا اور اس سے ملاقات کے لئے وقت مانگا دوسری طرف سے مجھے بڑی ہمدردی اور نرم آواز سنائی دی محمد یوسف نے مجھے کہا کہ میں جس وقت چاہوں اسے مل سکتی ہوں میں نے انہیں بتایا کہ میں کل بعد دوپہر ان سے ملوں گی وقت طے ہونے کے بعد میں نے اطمینان کا سانس لیا۔

جب میں اگلے دن محمد یوسف سے ملنے گئی تو وہ مجھے دیکھ کر کچھ پریشان ہوگیا میں نے ان کی پریشانی کے سبب کو بھانپ لیا وہ کسی صحت مند اور توانا لڑکی سے ملنے کی توقع رکھتے تھے جب انہیں وہیل چیئر میں بیٹھی، حرکت سے معذور مجھ جیسی لڑکی دکھائی دی تو وہ کچھ پریشان سے ہوگئے مگر میری مسکراہٹ اور خوشدلی نے ان کی پریشانی کو جلد ہی ختم کردیا۔

محمد یوسف میری ہی طرح تھے حبشی۔۔۔ کبھی ان کا نام جانی بلیگڈن تھا اب وہ محمد یوسف جیسے خوبصورت نام کے مالک تھے وہ اس شہر کے مسلمانوں کے سربراہ یا امام تھے وہی مسجد میں نماز پڑھاتے اور وہی قرآنی تعلیمات کا درس دیتے تھے وہ ہمدردی بھرے لہجے میں مجھ سے میرے

بارے میں گفتگو کرتے رہے باتوں باتوں میں بڑے غیر محسوس انداز میں انہوں نے مجھ سے میرے اور میرے کنبے کے بارے میں سب معلومات حاصل کرلیں میں نے ان سے پوچھا کہ وہ مسلمان کیوں ہوئے تھے؟

محمد یوسف مسکرادیئے پھر انہوں نے دھیمے سے بڑے میٹھے لہجے میں جواب دیا۔ ''میں اس لئے مسلمان ہوا کہ خدا تعالیٰ کی یہ مرضی تھی کہ وہ مجھے سیدھا راستہ دکھائے'' ان کا وہ جواب میں آج تک نہیں بھولی ہوں اور زندگی بھر نہ بھول سکوں گی کیونکہ میں بھی یہی سمجھتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ جس انسان کو سیدھے راستے پر لانا چاہتا ہے اس کے دل میں اسلام کیلئے محبت پیدا کر دیتا ہے۔

محمد یوسف نے بتایا کہ وہ بھی حبشیوں کے غریب اور نادار علاقے میں پیدا ہوئے تھے انہوں نے بچپن غربت اور افلاس میں گزارا بڑے ہوئے تو وہ ایک ایسے ہوٹل میں ملازم ہو گئے جہاں انہیں برتن مانجھنے کیلئے رکھا گیا تھا مگر ان سے ضروری کام اور بھی لیا جاتا تھا انہیں کچھ پیکٹ دے دیئے جاتے کہ وہ انہیں کسی جگہ پہنچا آئیں اس کام کے عوض انہیں انعام میں ایک آدھ ڈالر مل جایا کرتا تھا ایک دن ان کے جی میں آئی کہ اس پیکٹ کو کھول کر دیکھنا چاہئے جب انہوں نے کھول کر دیکھا تو اس میں سے انہیں حشیش ملی انہوں نے یہ حشیش مہنگے داموں بیچ دی اور ہوٹل واپس نہ گئے مگر ہوٹل کی انتظامیہ نے انہیں ڈھونڈ نکالا پیکٹ مانگا اور جب پیکٹ نہ ملا تو انکی خوب پٹائی کی وہ کئی دنوں بستر سے نہ اُٹھ سکے۔ اس واقعہ کے بعد وہ گناہوں کی دنیا میں پہنچ گئے تیس برس کی عمر تک انہوں نے ہر برا کام کیا، وہ عورتوں کی دلالی کرتے، قحبہ خانوں کی نگرانی کا فرض انجام دیتے، ہیروئن اور دوسری منشیات کا خفیہ دھندہ کرتے کرتے خود بھی ان منشیات کے عادی ہو گئے انہیں کئی بار سزا ہو چکی تھی مگر وہ سزا کے خوف سے بے نیاز ہو چکے تھے۔ ایک بار جب وہ جیل میں تھے تو کچھ لوگ اِن سے ملنے آئے۔ یہ رضا کار مسلمان تھے۔ جو قیدیوں میں اسلام کی تبلیغ کر رہے تھے۔ ان کی تبلیغ سے محمد یوسف بے حد متاثر ہوئے اور ان کا جی چاہنے لگا کہ وہ باعزت اور بے فکر زندگی بسر کریں جب وہ جیل سے رہا ہوئے تو خاصے بدل چکے تھے مگر انہیں زندہ رہنے کیلئے کچھ نہ کچھ کرنا تھا وہ کچھ بھی نہیں جانتے تھے اس لئے انہوں نے یہی سوچا کہ اب پھر انہیں جرم کی زندگی بسر کر کے ہی اپنا پیٹ پالنا پڑے گا وہی رضا کار جنہوں نے جیل میں ان کے خیالات کو تبدیل

کرنے کی کوشش کی تھی وہ ان سے ملے انہوں نے ان کیلئے روزگار کا بندوبست کیا کچھ نقد رقم دی تا کہ جب تک انہیں تنخواہ نہیں ملتی وہ اس رقم سے گزر اوقات کریں وہ انہیں اپنے ساتھ رکھتے یوں محمد یوسف جو کبھی جانی بلیگڈن تھے، مسلمان ہو گئے۔

اسلام کے ساتھ ان کی شیفتگی کا یہ عالم تھا کہ ایک برس میں انہوں نے کلام مجید عربی میں پڑھ لیا اس راہ میں انہیں بہت سی دقتیں اور پریشانیاں پیش آئیں۔ مگر وہ کسی پریشانی سے نہ گھبرائے قرآنِ مجید کی تعلیم کے بعد وہ اسلامی قواعد اور طرز زیست کو اپنانے میں کامیاب ہو گئے چار سال کے بعد انہیں اس علاقے میں مسلمانوں کا امام مقرر کیا گیا۔ امام بننے کے بعد انہوں نے اپنی تگ و دو سے زمین کیلئے چندہ جمع کیا اور وہاں ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کرا دی۔ اس مسجد کی تعمیر میں انہوں نے اور دوسرے مسلمانوں نے حصہ لیا تھا وہ خود مزدوری کرتے اور اس کا معاوضہ نہ لیتے تھے۔

میں محمد یوسف کی زندگی اور ان کی باتوں سے بے حد متاثر ہوئی اور ان سے کہا کہ میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں محمد یوسف صاحب نے پہلی بار مجھے بھرپور نظروں سے دیکھا اور بولے۔۔۔"خدا مبارک کرے مگر مسلمان ہونا بہت مشکل ہے"۔ "میں ہر مشکل پر قابو پا لوں گی"۔

"الحمدللہ"۔۔۔انہوں نے کہا۔۔۔"کیا تمہیں کلمہ اور نماز آتی ہے"۔

میں نے نفی میں سر ہلایا تو انہوں نے مجھے ایک چھوٹی سی کتاب دی اس میں رومن حروف کلمہ اور نماز لکھی ہوئی تھی کہنے لگے "اسے یاد کر لو اور اگر ہو سکے تو سہ پہر کو میرے پاس تھوڑی دیر کے لئے آ جایا کرو۔ میں نے چند دنوں میں نہ صرف کلمہ اور نماز ازبر کر لی بلکہ ان کے معنی بھی سمجھ لئے اس دوران میں محمد یوسف سے بھی ملتی رہی اور ان سے دین اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرتی رہی۔

جمعہ کا دن تھا مسجد میں تمام مسلمانوں کے سامنے میں نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئی میرا نام آمنہ رکھا گیا۔ مسلمان ہونے کے بعد میں نے پہلا کام یہ کیا کہ کھانے کے ساتھ تھوڑی بہت شراب پینے کی جو عادت تھی اسے ترک کر دیا میں سگریٹ بھی پی لیا کرتی تھی یہ بھی چھوڑ دیئے اور مسلمان عورتوں جیسا لباس سلنے کیلئے دے دیا۔ میں سمجھتی تھی کہ جب میں مسلم عورتوں کی طرح لمبے چغے میں اپنا جسم چھپاؤں گی اور سر کو بھی ڈھانپوں گی تو وہیل چیئر میں بیٹھی ہوئی خاصی مضحکہ خیز

دکھائی دوں گی میں نے ہر طنز اور مذاق کا سامنا کرنے کا فیصلہ کرلیا جب میں پہلی بار مسلمان عورتوں کا لباس پہن کر گھر سے نکلنے لگی تو میری ماں نے مجھے حیرت سے دیکھا۔

''سنتھیا! یہ کیا پہن رکھا ہے تم نے؟''۔

اس کے چہرے پر طنز تھا میرے والد نے بھی جو رات بھر شراب پینے کے بعد اب کرسی پر بیٹھے اونگھ رہے تھے اپنی سرخ آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا اور قہقہہ لگایا۔

''ممی''! میں نے کہا یاد رکھئے میرا نام آمنہ ہے سنتھیا نہیں''۔

''آ۔۔۔منہ۔۔۔کیا نام ہوا یہ بھلا''۔۔''لڑکی تیرا دماغ تو نہیں چل گیا؟''۔

میں نے اپنی والدہ کو سمجھانے کی کوشش کی کہ میں انہیں بتا چکی ہوں اور اب میں مسلمانوں کی طرح باقاعدہ زندگی کا آغاز کر رہی ہوں۔''تمہاری جگہ جہنم میں ہے تم نے۔۔۔''اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتی میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا''ممی آپ کو میرے معاملات میں دخل دینے کی ضرورت نہیں اگر کوئی بات کرنی ہے تو جب میں دفتر آؤں گی تو کر لینا اس وقت مجھے دیر ہو رہی ہے''میں وہیل چیئر کو دھکیلتی ہوئی باہر نکل گئی۔حبشیوں کی اس گندی بستی میں جس کسی نے مجھے اس لباس میں دیکھا تو پہلے تو حیران ہوا پھر مذاق اُڑانے لگا مگر میں نے کسی کی ایک نہ سنی اور اپنی راہ چلتی رہی جب میں اپنے اخبار کے دفتر پہنچی تو وہاں بھی شدید ردِعمل پیدا ہوا بہت سے لوگ میرے اردگرد جمع ہو گئے جب میں نے انہیں بتایا کہ میں مسلمان ہوگئی ہوں اور مسلمان عورتیں ایسا ہی لباس پہنتی ہیں تو بعض لوگوں نے خاموشی اختیار کی اور بعض لوگ بڑبڑاتے ہوئے چلے گئے۔ اتفاق سے اس روز تنخواہ کا دن تھا تنخواہ ملی تو میں نے اس کا ایک چوتھائی حصہ اپنے علاقے کی مسجد کے فنڈ میں جمع کرا دیا جب میں گھر لوٹی تو میری والدہ میرا انتظار کر رہی تھی میرے والد بھی گھر پر موجود تھے۔۔۔میں تنخواہ کا نصف حصہ اپنی والدہ کو دے دیا کرتی تھی اس رقم سے میری والدہ اپنے نشے کیلئے کچھ پیسے اینٹھ لیا کرتے تھے میں نے جب اپنی تنخواہ کی کچھ رقم اپنی ماں کو دی تو اس نے حیرت سے مجھے دیکھا اور پوچھا۔۔۔''تم نے اس بار دس ڈالر کم دیئے ہیں''۔

''ہاں اب ہر ماہ آپ کو اتنی رقم ہی ملے گی میں نے اپنی تنخواہ کا ایک چوتھائی مسجد کو دینے کا فیصلہ کرلیا ہے''۔میری یہ بات سنتے ہی وہ مجھے، مسلمانوں کو اور مسجد کو کوسنے لگی میں نے کوئی جواب

دینا مناسب نہ سمجھا اور اپنے کمرے میں چلی گئی میں بہت دیر تک اپنی والدہ کو بکتے جھکتے سنتے رہی بیچ بیچ میں میرے والد کی آواز بھی سنائی دیتی تھی۔ ''اب سنبھیا ہمارے ہاتھ سے نکل گئی مسلمانوں نے اس کا دماغ خراب کردیا ہے ہم نے تو کبھی گرجے کو چندہ نہیں دیا یہ تنخواہ کا ایک چوتھائی مسجد کو دینے لگی ہے''۔ میرے والد اور والدہ کے نزدیک مسلمان لٹیروں سے کم نہ تھے جوان کی بیٹی کی کمائی لوٹ کر لے گئے تھے۔ آہستہ آہستہ میں نے اپنی زندگی اسلام کے قوانین وضوابط کے مطابق ڈھال لی وہ لوگ جو پہلے مجھ پر انگلیاں اُٹھاتے تھے مجھ سے لاپرواہ ہوگئے میرے اور اسلام کے خلاف زہر اُگلنے لگے پھر کرسمس کا تہوار آگیا۔ ہم خواہ کتنے ہی غریب اور بدحال کیوں نہ ہوں کرسمس کو ٹھاٹھ باٹھ سے منانے کا اہتمام ضرور کرتے ہیں کرسمس کے روز شراب پانی کی طرح بہائی جاتی ہے جب میں نے مہمانوں کے ساتھ شراب کے جام کو چھونے سے ہی انکار کردیا تو ہمارے گھر میں قیامت برپا ہوگئی والد تو صبح سے نشے میں دھت تھے والدہ بھی مہمانوں کے ساتھ دو ایک بار پی چکی تھی نشے کی حالت میں وہ مجھ پر برسنے لگی مہمان بھی نشے میں تھے وہ بھی جو اِن کے منہ میں آیا بکنے لگے۔

ان سب کی حالت قابلِ رحم تھی میں نے سوچا کہ مجھے اِس کمرے سے چلے جانا چاہئے مگر جب میں اپنی وہیل چیئر کو دھکیل کر جارہی تھی تو ایک مہمان لڑکا اور میرے والد میرے پیچھے لپکے اور وہیل چیئر کے سامنے کھڑے ہوگئے۔ ''راستہ چھوڑ دیں''۔ میں نے کہا۔ ''مجھے جانے دیں''

''یہ پی لو پھر چلی جانا''۔ لڑکے نے میرے راستے سے ہٹے بغیر شراب کا جام میرے آگے کیا۔ ''میں لعنت بھیجتی ہوں اس پر''۔

میرے منہ پر ایک زوردار طمانچہ لگا جو میرے والد نے مارا تھا میرا سر چکرا گیا آنکھوں میں آنسو آگئے مگر میرے والد اور اس لڑکے میں تو جیسے شیطان کی روح حلول کرگئی تھی وہ مجھے پیٹنے لگے انہوں مجھے روئی کی طرح دھنک دیا۔ میں خاموشی سے یہ ظلم برداشت کرتی رہی وہ گالیاں بک رہے تھے نشے میں ان کے منہ سے جھاگ بہہ رہا تھا جب وہ تھک کر بیٹھ گئے تو میں کسی نہ کسی طرح اپنے کمرے میں پہنچ گئی اس رات میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے کیا کرنا ہے۔

میرا ردِعمل یہ تھا کہ مجھے اپنے امام مسجد محمد یوسف کو ساری بپتا سنانی چاہئے اور پھر یہ گھر چھوڑ

دینا چاہئے لیکن جوں جوں میرا غصہ اور جوش ٹھنڈا ہوتا گیا میری سوچ بدلتی گئی میں نے سوچا کہ مجھے اپنی پریشانیاں لے کر محمد یوسف کے پاس نہیں جانا چاہئے ان کا حل تلاش کرنا چاہئے اور اپنے والدین کے ساتھ ہی رہنا چاہئے ان کا مجھ پر حق ہے اور میرا ابھی یہ فرض بنتا ہے کہ میں انکی زندگی بدلنے کی کوشش کروں چنانچہ اس روز میں نے ایک اہم فیصلہ کیا اور اگلے روز میں نے اپنے اس فیصلے سے امام مسجد محمد یوسف کو مطلع کر دیا۔

میں نے اخبار کی ملازمت چھوڑ دی اور رضا کار بن گئی مجھے معمولی سا گزارہ الاؤنس ملنے لگا جب میرے والدین کو میرے اس فیصلے کا علم ہوا تو بہت سٹپٹائے وہ یہ سوچ ہی نہ سکتے تھے کہ میں اچھی بھلی ملازمت چھوڑ دوں گی میں نے ان سے کہا کہ وہ فکر نہ کریں ان کو ان کا حصہ ملتا رہے گا میں اخباروں کیلئے لکھوں گی اور جو معاوضہ مجھے وہاں سے ملے گا وہ میں ان کو دے دیا کروں گی میری اس عملی زندگی کا آغاز اس وقت ہوا جب میں مسلمان رضا کار بن گئی۔

محمد یوسف نے مجھے بہت سی ہدایات دیں اور جس کام کیلئے مجھے چنا گیا تھا اس راہ کے خطرات سے آگاہ کیا۔ مجھے خود بھی اندازہ تھا کہ یہ راستہ پر خطر ہے مگر اسلام نے مجھے حوصلہ بخشا اس کی وجہ سے میں کسی خطرے کو خاطر میں نہ لا رہی تھی میں جیلوں میں جانے لگی وہاں میں قیدیوں سے ملتی ان کے سامنے اسلام کی عظمت بیان کرتی ان کو ان کی زندگی کے گھناؤنے پہلو دکھا کر ان کو بہتر زندگی بسر کرنے کا مشورہ دیتی کچھ قیدی وقت کاٹنے کیلئے میرے باتوں کو توجہ سے سنتے کچھ میرا مذاق اُڑاتے ان میں ایسے لوگ بھی تھے جنھوں نے میری جسمانی معذوری پر بھی قہقہے لگائے مگر میں مطلق ہراساں نہ ہوئی نہ میری ہمت نے جواب دیا۔

ان قیدیوں میں سے ایک حبشی قیدی اربنٹو بھی تھا اس نے میری باتوں سے خاصا اثر قبول کیا اور ایک دن کہنے لگا۔۔''تم بڑی باہمت ہو اگر تم واقعی یہ چاہتی ہو کہ برائی کا خاتمہ ہو جائے تو برنارڈو کا خاتمہ کر دو؟''۔

''برنارڈو کون ہے؟''۔۔۔میں نے پوچھا۔

برنارڈو اس شہر میں ایک بڑی مافیا فیملی کا سربراہ ہے وہی شخص ہے جو اس شہر میں منشیات کا اجارہ دار ہے اگر وہ نہ ہو تو لوگوں کو منشیات نہ ملیں اور نہ لوگ ان کے عادی ہوں وہ بڑا خطرناک

آدمی ہے۔۔آج میں جس حالت کو پہنچا ہوں اس کا ذمہ دار بھی برنارڈو ہے''۔

''میں برنارڈو سے کیسے مل سکتی ہوں؟''۔

اس نے میرے کان میں مجھے برنارڈو کا پتہ بتا دیا میں جانے لگی تو ارینٹو کا لہجہ یکسر بدل گیا تھا وہ ندامت کے ساتھ کہنے لگا۔۔''مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں نے تم سے برنارڈو کا ذکر کیا تم اس سارے واقعے کو بھول جاؤ تم اندازہ نہیں کرسکتی ہو کہ برنارڈو کتنا خطرناک آدمی ہے''۔

''مگر میں اس کو ملنے کا فیصلہ کرچکی ہوں''۔۔میں نے عزم کیا۔''تم اس سے مل کر کیا کرو گی؟''اس نے پوچھا

''اس کا سیدھا راستہ دکھانے کی کوشش کروں گی''۔

وہ ہنسنے لگا اس کے قہقہے دور تک میرا پیچھا کرتے رہے۔

صبح کا وقت تھا جب میں وقت طے کئے بغیر برنارڈو کے عالیشان گھر کے اندر داخل ہوئی اس گھر کو دیکھ کر کوئی شخص اندازہ نہ کرسکتا تھا کہ اس گھر میں رہنے والا شخص کوئی بہت بڑا مجرم ہے۔

''تم یہاں کیا کررہی ہو؟''۔۔ایک ملازم نے مجھے روک کر پوچھا وہ میرے لباس اور میری وہیل چیئر کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

''مجھے مسٹر برنارڈو سے ملنا ہے''میں نے کہا۔

''تمہیں۔۔''اس نے قہقہہ لگا کر کہا۔۔''مسٹر برنارڈو سے ملنا اتنا آسان نہیں''۔

''آخر کیوں؟''۔۔''وہ بھی انسان ہے اور انسان انسانوں سے ملاجلا کرتے ہیں''۔

ہم دونوں میں تو تکرار ہونے لگی اِسی وقت ایک ادھیڑ عمر کا مضبوط جسے والا آدمی ایک کمرے سے باہر نکلا اور غصے سے بولا۔۔''شور کیوں مچا رکھا ہے؟''ملازم نے اس شخص کے سامنے سر جھکا کر کہا۔۔''یہ لڑکی آپ سے ملنے پر اصرار کررہی تھی''۔

''مجھ سے؟''۔۔اس نے پوچھا کیا کام ہے؟''میں آپ سے علیحدگی میں بات کرنا چاہتی ہوں''میں نے کہا۔برنارڈو نے کچھ تعجب سے میری طرف دیکھا پھر ملازم کو وہاں سے جانے کا اشارہ کیا جب ملازم چلا گیا تو برنارڈو نے بڑی نخوت سے کہا۔۔''میں اس طرح کسی سے ملاقات نہیں کرتا ہوں تم معذور ہو اس لئے رُک گیا ہوں کہو میں تمہاری کیا مدد کرسکتا ہوں؟''۔

میں نے اس کی طرف دیکھا اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔۔ ''مسٹر برنارڈو! کیا واقعی آپ اس معذور لڑکی کے کسی کام آنا چاہتے ہیں؟''۔

اس نے جواب دینے سے پہلے کچھ سوچا پھر مسکرا کر کہا۔۔''ہاں کہو میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں؟''۔

میں نے پھر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں میں نے محسوس کہ مسٹر برنارڈو کچھ بے چینی محسوس کر رہا ہے وہ میری نظروں سے نظریں چرا رہا تھا۔

''مسٹر برنارڈو''!۔۔میں نے کہا۔۔''اللہ نے آپ کو سب کچھ دیا اب آپ کو ہدایت کی ضرورت ہے، سچی ہدایت کی''۔

''لڑکی۔۔میں نہیں جانتا تم کون ہو میرا وقت بہت قیمتی ہے دو منٹ میں اپنی بات ختم کرو''

میں نے جب بات شروع کی تو برنارڈو کا چہرہ طیش اور غصے سے سرخ ہو گیا اس نے غصے کو دبا کر کہا۔۔''تم پاگل ہو نکل جاؤ یہاں سے تمہیں کس نے بتایا ہے کہ میں یہ کام کرتا ہوں؟ میں تمہیں اور تم کو یہ بتانے والے کو زندہ نہ چھوڑوں گا''۔

میں نے بڑے اطمینان سے کہا''آپ کے اس غصے اور جوش ہی سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ مجھے آپ کے بارے میں جو اطلاع ملی ہے وہ درست ہے''۔

''تم بکتی ہو، چلی جاؤ یہاں سے مجھے تمہارے اپاہج پن کا خیال آ رہا ہے ورنہ۔۔۔''

''میں جانتی ہوں مسٹر برنارڈو آپ بہت طاقتور ہیں سارا شہر آپ کے چنگل میں پھنسا ہوا ہے'' آخر تم چاہتی کیا ہو؟۔برنارڈو نے گرج کر کہا۔

''میں چاہتی ہوں کہ آپ خلق خدا کے فائدے کیلئے اپنا یہ دھندا چھوڑ کر کوئی اور کام کریں اور اگر آپ سے یہ ممکن نہیں تو پھر مجھ معذور لڑکی پر کرم کریں مجھے ہر روز پانچ منٹ ملاقات کا وقت دے دیا کریں''۔

وہ حیرت سے میرا منہ تکنے لگا پھر اس نے قہقہہ لگایا اور بولا''تم ضد کی پکی ہو۔۔تم کل پھر آ سکتی ہو اسی وقت''۔

میں وہاں سے نکلی تو بے حد مطمئن تھی۔

برنارڈو اطالوی نژاد تھا، دل کا کھلا، اس کو زندگی میں شاید ہی مجھ جیسا کوئی انسان ملا ہو وہ میری ذات میں دلچسپی لینے لگا ایک دن کے بعد دوسرا دن۔۔وہ مجھے ہر روز بلاتا مجھ سے پانچ منٹ باتیں کرتا پانچ منٹ کی گفتگو کا دائرہ پھیل کر گھنٹوں تک پھیل گیا میں اس کے سامنے انسانوں کی بدحالی کا ذکر کرتی ۔منشیات کی تباہ کاریاں بیان کرتی اسلام کی حقانیت کا ذکر کرتی ۔آہستہ آہستہ اس کے خیالات میں لچک پیدا ہونے لگی۔

''آمنہ'' ۔۔ایک دن اس نے مجھ سے کہا۔۔''میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو؟ مسلمان کیا ہوتے ہیں؟۔مگر میں ایک بات جان گیا ہوں کہ تم انسان کی نفسیات کو خوب سمجھتی ہو''۔

''اسلام انسانوں کا مذہب ہے مکمل دین''۔ میں نے جواب دیا۔۔''اس لئے اسلام مسلمانوں کو انسانی نفسیات پر گہری نظر رکھنے کی تلقین کرتا ہے''۔

''میں نے محسوس کیا کہ اب جب میں اس سے ملنے جاتی ہوں تو وہ کچھ بے چینی محسوس کرنے لگتا ہے اس نے ایک دن مجھ سے کہا۔۔''آمنہ! واقعی انسان کی زندگی فانی ہے اور انسان کو دنیا میں اچھے کام کرنے چاہئیں دوسروں کا بھلا سوچنا چاہئے''۔

الحمدللہ۔۔میں نے جواب دیا۔۔''خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ بات آپ کے ذہن میں سما گئی ہے''۔

چند دنوں بعد برنارڈو نے اپنا دھندا چھوڑ دیا وہ راہ راست پر آ گیا اس نے بلاہچکچاہٹ قبول کرلیا کہ وہ مافیا کا رکن ہے اس نے مافیا کے سربستہ رازوں کو کھول کر رکھ دیا آپ کو یاد ہوگا کہ صدر فورڈ کے عہدصدارت میں برنارڈو کے اس عمل سے امریکہ میں کتنا تہلکہ مچا تھا! برنارڈو نے اخبار نویسوں سے کہا تھا۔۔''ایک اپاہج اور چلنے پھرنے سے معذور لڑکی نے مجھے یہ طاقت پرواز بخشی ہے کہ میں نے برائی کی زنجیروں کو توڑ دیا ہے اور کھلی آزاد فضاؤں میں اُڑنے کی ہمت اپنے اندر محسوس کر رہا ہوں''۔

اس روز میں بہت روئی تھی جب مجھے خبر ملی کہ برنارڈو کو جیل میں گولی مار دی گئی تھی اس کو مافیا

کے آدمیوں نے قتل کردیا تھا اس کا زندہ رہنا ان کیلئے خطرناک ثابت ہوسکتا تھا وہ ایک ایسا انسان تھا جو راستی کی راہ پر چل نکلا تھا وہ زندہ رہتا تو بڑا مصلح ثابت ہوسکتا تھا۔

برنارڈو کے تائب ہونے کی وجہ سے مجھے پریس نے بڑی شہرت دی میری تقریریں شائع ہونے لگیں اخباروں اور رسالوں میں میرے انٹرویو شائع ہوئے ٹی وی اور ریڈیو پر مجھے بلایا گیا اور میری خدمات کو بے حد سراہا گیا۔

عالمی ہیوی ویٹ چیمپئن محمد علی مجھ سے ملنے آئے انہوں نے میری بڑی تعریف کی صدر فورڈ نے مجھے وائٹ ہاؤس میں بلایا اور میری تعریف کی اس شہرت اور عزت کے باوجود مجھ میں تکبر پیدا نہیں ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تکبر پسند نہیں ہے۔

اسلام نے میری زندگی میں جو انقلاب پیدا کیا میں ساری دنیا میں پھیلا دینا چاہتی ہوں اور اگر یہ میرے بس میں نہیں تو میرے دل میں یہ خواہش ضرور ہے کہ اسلام کی برکات اور فیوض سے امریکہ کے سیاہ فام ضرور فیض یاب ہوں۔

میرے والد شراب سے توبہ کر چکے تھے وہ ہر نشہ چھوڑ چکے ہیں میری والدہ میری عزت کرتی ہیں اگر چہ انہوں نے اپنا مذہب نہیں چھوڑا مگر ان کی زندگی میں بڑی تبدیلی رونما ہو چکی ہے۔

پچھلے چند برسوں میں میری کوششوں کی وجہ سے ساڑھے تین سو افراد نے منشیات سے توبہ کی ہے اور اکیس مردوں اور عورتوں نے اسلام قبول کیا ہے۔

میں ایک اپاہج عورت ہوں مگر میں اپنے آپ کو اپاہج نہیں سمجھتی کیونکہ میرا ایمان ہے کہ جو شخص مسلمان ہو جائے وہ کبھی اپاہج نہیں ہوسکتا کیونکہ خدا اس کا سہارا بن جاتا ہے۔ میری زندگی اسلام کیلئے وقف ہو چکی ہے میں اسلام ہی کیلئے کام کروں گی اور اسلام کی روح انسانوں میں پھونک دینا چاہتی ہوں۔

جب بھی کوئی انسان برائی کا راستہ ترک کرتا ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ اسلام کی فتح ہوئی ہے۔ تو یہ ہے میری کہانی ۔۔۔ سنتھیا سے آمنہ بننے کی!!

حق کا متلاشی

پیر خان توحیدی

آج سے تقریباً سولہ سو برس قبل ملک فارس (ایران) کے ایک مشہور شہر اصفہان میں ایک پارسی سردار کے ہاں ایک سلیم الفطرت بچے کی پیدائش ہوئی۔ بچے کا نام والدین نے ماؔبہ رکھا۔ بچے کا باپ جس کا نام بودرخشان تھا باوجود گاؤں کی سرداری اور دولتمندی کے آتش کدہ کی خدمت اپنا مذہبی فریضہ سمجھتا تھا اور نہایت ہی اہتمام اور جوش عقیدہ سے آتش کدہ اور اجرام فلکی کی پرستش کرتا تھا۔ ماؔبہ جو اُس کا اکلوتا بیٹا تھا اُس سے ٹوٹ کر پیار کرتا اور اُسے ایک پل بھی اپنے سے جدا نہ ہونے دیتا تھا۔ ماؔبہ نے گھر کے اندر ہی فارسی زبان سیکھی اور خاندانی مذہب زرتشتی کی تعلیم حاصل کی۔ وہ اپنے باپ کے ساتھ آتش کدہ میں جا کر آگ کی پوجا کرتا۔ باپ کے بعد وہی آتش کدہ کا جانشین ہونے والا تھا۔ ماؔبہ جب ذرا بڑا ہوا تو اُسے اپنے آبائی مذہب میں نہ کوئی دلچسپی دکھائی دی اور نہ ہی وہ اُسے پسند کرتا تھا بلکہ اُسے اِس مذہب سے نفرت ہونے لگی۔ باپ اُسے گھر سے باہر جانے کی اجازت نہ دیتا تھا اِس لئے وہ گھر میں ہی بیٹھا کسی گہرے خیال میں کھویا رہتا۔ باپ نے دیکھا کہ اُس کا بیٹا اپنے مذہبی عقیدہ اور عبادات میں کوئی دلچسپی نہیں لیتا تو وہ پریشان ہوا اور اُسے اپنے مذہب کی طرف مائل کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن وہ اِس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا لہٰذا اُس نے بیٹے پر پابندیاں لگا دیں۔ لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا اِس لئے اس بچے پر کوئی اثر نہ ہوا۔ ایک دن جبکہ ماؔبہ کا باپ گھر میں کسی ضروری کام میں مشغول تھا اُس نے بیٹے سے کہا کہ باہر جا کر کھیتوں کی دیکھ بھال کرے۔ ماؔبہ یہ سن کر بہت خوش ہوا اور فوراً کھیتوں کی طرف روانہ ہو گیا۔ جاتے ہوئے راستہ میں اُسے نئی وضع کا ایک خوبصورت اور بڑا مکان نظر آیا جو دراصل مسیحوں کا گرجا تھا اور عیسائی لوگ ہر طرف سے اُس مکان میں داخل ہو رہے تھے۔ ماؔبہ کو ان کا عقیدت سے آنا اور ادب سے مکان میں داخل ہونا اچھا لگا تو وہ بھی ان کے ساتھ گرجے میں چلا گیا۔ مسیحوں کے مقتدا نے اِس پارسی نژاد لڑکے کو اپنے پاس بٹھا کر اُس کی تسلی و تشفی کی اور کہا کہ ہمارے عبادت خانے کے دروازے ہر کسی کیلئے کھلے رہتے ہیں۔ ماؔبہ کو یہ سن کر تعجب ہوا کیونکہ اُن کے آتش کدہ (عبادت خانہ) میں کوئی غیر شخص داخل نہیں ہو سکتا تھا۔

ماؔ بہ کے دل پر اِن مسیحوں کی عبادت اور جوشِ عقیدت نے بہت اثر کیا۔ اور ان کے سراپا محبت اور خلوص سے اِتنا مسرور ہوا کہ شام تک وہیں بیٹھا رہا۔ ماؔ بہ کو ان کے دین میں اُخروی نجات دیکھائی دینے لگی۔ اُدھر ماؔ بہ کے باپ کو بیٹے کی فکر ہونے لگی تو اُس نے ہر طرف اپنے آدمی اُس کی تلاش میں روانہ کر دیئے۔ ماؔ بہ عیسائی راہب سے اجازت لیکر گھر کو روانہ ہوا تو خادموں نے اُسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور گھر پہنچا دیا۔ باپ نے جب اتنی دیر واپس آنے کی وجہ دریافت کی تو اُس نے سب کچھ بتا دیا اور یہ بھی کہہ دیا کہ اُسے ان لوگوں کی عبادت کا طریقہ بہت پسند آیا ہے۔ باپ یہ سن کر حیران ہوا اور پیار سے بیٹے کو سمجھایا کہ تمہارے آباؤاجداد کے دین سے اچھا کوئی دین نہیں ہے۔ لیکن ماؔ بہ نہ مانا اور کہا جو خلوص اور پیار اُن میں ہے وہ ہمارے پارسیوں میں نہیں ہے۔ باپ کو اندیشہ ہوا کہ لڑکا کہیں عیسائی نہ ہو جائے تو حکم دیا کہ آئندہ نہ کسی عیسائی سے ملنا اور نہ ہی بات چیت کرنا۔ ماؔ بہ نے حکم ماننے سے انکار کر دیا لہٰذا باپ نے بیٹے کو گھر میں قید کر دیا۔ لیکن اُس نے بھی دل میں ٹھان لی کہ حق کی خاطر وہ ماں باپ گھر بار سب کو چھوڑ دے گا اور حق کی جستجو اور نجات کے معاملہ میں اپنے دل کو مطمئن کرے گا۔ ایک رات ماؔ بہ باپ کی قید سے نکل کر عیسائیوں کے گرجے میں پہنچ گیا اور سارا حال سنا کر پناہ حاصل کی۔ پادری نے اُسے تسلی دی اور کہا کہ اُن کے مذہب کا مرکز شام ہے اور وہاں ہی سے دل کو سکون اور اُخروی نجات حاصل ہوتی ہے۔ حق کے متلاشی نے فوراً ملک شام جانے کا اظہار کیا تو پادری نے اُسے بالکوں کا فقیرانہ لباس پہنا کر شامی قافلہ کے سالار کے حوالے کر دیا جو اُسے دمشق لے آیا۔ دمشق پہنچ کر اُس نے مسیحوں کے سب سے بڑے مقتداء لینوس کا سراغ لگایا اور جلد ہی اُس کے مریدوں میں شامل ہو گیا۔ مقتدا لینوس اُس کی خدمت۔ ریاضت اور اطاعت سے بہت خوش ہوا تو چند ہی روز میں اُسے اپنا راز داں بنا لیا۔ لینوس اپنے آپ کو پیغمبر برحق بتاتا تھا جسے ماؔ بہ دل سے نہ مانتا تھا کیونکہ یہ شخص ظاہر میں جتنا اچھا نظر آتا تھا باطن میں اتنا ہی برا اور ناپاک تھا۔ ماؔ بہ اِس سے پیچھا چھڑانے کی فکر میں تھا کہ وہ بیمار پڑ گیا۔ ماؔ بہ ایک لمبے عرصہ تک حق کی جستجو میں مختلف مذاہب اور عقیدوں کے مقتدا اسقفوں اور ولیوں کی قدم بوسی کرتا رہا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ آخر حق کی تلاش میں ٹھوکریں کھاتا، مصیبتیں جھیلتا انطاکیہ کے راہب جو ملک شام کے سب سے بڑے مقتدا اور ولی تھے کے پاس پہنچ گیا۔

بیس سال اُن کی خدمت کرنے کے باوجود دل کو تسلی نہ ہوئی آخر مرتے وقت بوئی فیس انطا کیہ کے ولی نے ماآ بہ کو بتایا کہ حق کی تلاش کے بارے میں تمہاری تسلی دنیا کے سب سے بڑے مقتدا اور ولی حضرت بحیرا سے ہوگی جو بصرہ میں مقیم ہے۔ ماآ بہ اپنے مرشد کو دفن کرنے کے بعد بصرہ کی طرف بحیرہ کی تلاش میں چل نکلا اور کچھ عرصہ کے بعد بصرہ پہنچ کر بحیرا کے گرجے میں ایک درخت کے نیچے ڈیرا لگا دیا۔

بحیرہ اپنی ریاضت اور ورد و وظائف کی وجہ سے لوگوں سے کم ہی ملتا تھا لیکن انطا کیہ کے مقتدا بوئی فیس کے مرید کی خبر سن کر اُسے ملاقات کی اجازت دے دی۔ ماآ بہ دنیا کے سب سے مقتدا اور ولی کامل کی بارگاہ میں حاضر ہو کر بہت خوش ہوا۔ اُس نے بحیرا کو اپنی ساری سرگزشت سنا کر اپنے مرشد کی وصیت کے بارے میں بتایا کہ حضرت نے مرتے وقت مجھے بتایا کہ حقیقت کا راستہ آپ کی قدم بوسی سے حاصل ہوگا لہٰذا میں حاضر ہو گیا۔ بحیرا جو خاموشی سے اُس کی باتیں سنتا رہا بولا کہ کیا کسی مذہب، کسی عقیدہ، کسی مقتدا اور کسی راہب سے تمہارے دل کو تسلی نہیں ہوئی۔ ماآ بہ بولا یہ حقیقت ہے کہ میرے دل کو کہیں سے بھی تشفی و تسلی نہیں ہوئی۔ اگرچہ میں مسیحیت کا دلدادہ اور شیفتہ ہو کر نکلا تھا لیکن نجات کے معاملہ میں مسیحیت بھی اطمینان بخشنے والی نہ تھی۔ میں نے سب فرقوں کو قریب سے دیکھا تو معلوم ہوا خالص مسیحیت کا پتہ لگانا دشوار ہے۔ توحید کا دعویٰ کیا جاتا ہے مگر تثلیث کا عقیدہ ہے۔ تثلیث اور توحید کے باہمی رشتہ کو نہ آج تک مجھے کوئی سمجھا سکا اور نہ میں کسی طرح سمجھ سکتا ہوں۔ بحیرا نے کہا تو پھر مسیحیت سے باہر نکل کر دوسرے مذہبوں میں دیکھا ہوتا ماآ بہ بولا میری ناقص عقل نے دوسرے مذہبوں میں بھی بخوبی غور کیا مگر انہیں مسیحیت سے بھی زیادہ خراب حالت میں پایا۔ بحیرا بولا جن امور کر تم بیان کر رہے ہو یہ باتیں تو میرے خیالات میں بھی گذرتی رہی ہیں ان کو دبانے کیلئے میں اپنے نفس سے بڑی سخت لڑائی لڑتا رہا مگر ہمیشہ اپنے آپ کو سمجھایا یہ سوچ کر کہ مسیحیت نسبتاً دوسرے مذہبوں کے تسلی بخش ہے۔ ماآ بہ۔ کیا آپ کے دل کو مسیحیت سے پوری پوری تشفی ہو گئی۔ بحیرا تمہارے اس سوال کا جواب مشکل ہے۔ میں نہ یہ کہتا ہوں کہ مجھے اطمیان حاصل ہو گیا اور نہ تم طالب صادق کو میری تعلیم سے تشفی ہو سکے گی۔ میں نے انہی جھگڑوں اور فتنوں سے تنگ آ کر علیحدگی اختیار کر لی ہے ایک ناپیدا کنار متلاطم سمندر میں

ہاتھ پیر مار رہا ہوں مگر معلوم نہیں کہ مجھ میں کتنا دم ہے۔

مآ بہ۔افسوس آپ تو مجھے حوصلہ بھی نہ دے سکے۔ کیا حق کی جستجو میں ساری زندگی برباد ہی رہے گی۔ مجھ سے تو ہر کافر اور جاہل ہی اچھا ہے جو اپنی حماقت اور غلطی سے مطمئن تو ہے۔ بحیرا۔ کاش ہمیں ان جاہلوں اور کافروں کا سا اطمینان ہی نصیب ہو جاتا۔ مآ بہ۔ پھر آپ ہی بتائیں میں کیا کروں اور کس کے پاس جاؤں جو میرے دل کو مطمئن کر سکے۔ بحیرا۔ خاموشی سے میری خانقاہ میں بیٹھ کر میری طرح اپنے پیدا کرنے والے کو یاد کرو اور انتظار کرو۔ کیونکہ میرے خیال میں کسی نئے پیغمبر کے ظہور کی اُمید ہے جو ہدایت کی نئی شمع روشن کرے گا۔ مآ بہ۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ وہ نئی شمع کہاں روشن ہوگی۔ متواتر ناکامیوں نے مجھ میں بے صبری پیدا کر دی ہے اور اب زیادہ انتظار کی طاقت نہیں۔ بحیرا۔ کیا تم جستجو کے لئے تیار ہو۔ مآ بہ۔ میں اِس جستجو میں خوشی سے ہر زحمت کو برداشت کرونگا اور خطرے کا مقابلہ کرونگا۔ بحیرا۔ تو پھر سنو کچھ عرصہ قبل ایک عربی قافلہ جو مالِ تجارت لے کر ملک شام کو جا رہا تھا اِسی درخت کے نیچے آ کر ٹھہرا جہاں تم نے ڈیرا لگایا۔ ان لوگوں کے قتل و غارت، بت پرستی اور جہالت کی وجہ سے میں نے کبھی بھی انکی پرواہ نہیں کی لیکن نہ جانے کہ اُس دن میں نے اُس قافلہ پر کیوں نظر ڈالی۔ اُس قافلہ میں مجھے ایک نہایت ہی حسین و خوبرو لڑکا بھی دکھائی دیا اور اُس کے چہرے پر ایسی روشنی نظر آئی کہ میں بے تاب ہو کر اُن کے پاس چلا گیا اور دیر تک اُس نوعمر لڑکے کے حالات کا اندازہ کرتا رہا۔ میں نے دیکھا کہ اُس کڑکتی ہوئی دھوپ میں ابر کا ایک ٹکڑا اُس پر متواتر سایہ کیے ہوا ہے جس پر میری حیرت بڑھی تو میں نے اُس نوجوان سے چند سوال کئے جن کے اُس نے مدلل جواب دے کر مجھے مزید حیرت میں ڈال دیا۔ میں نے ان کی دعوت کی اور کہا کہ آپ اِس خانقاہ میں سکونت رکھیں اور ہمیں تعلیم دیں۔ اُس نے کہا کہ میں پڑھا لکھا نہیں مگر ہدایت کی ضرورت میرے وطن کے گمراہوں کو یہاں کے لوگوں سے زیادہ ہے۔ اِس واقعے کو چالیس سال گذر چکے ہیں لیکن آج تک پھر کبھی اِس عربی نژاد لڑکے کا حال معلوم نہیں ہوا۔ لیکن میرا دِل گواہی دیتا ہے کہ اُس لڑکے کی کچھ شان ضرور ہوئی ہوگی کیونکہ میں نے جتنی نشانیاں اُس میں دیکھی تھیں وہ ساری آسمانی کتابوں میں موجود ہیں اور کیا عجب کہ وہ شمع ہدایت ہو جو روشن ہونے والی ہے۔ اور اگر تم کو واقعی حق کی سچی تلاش ہے تو عرب کے اِس

جنوبی صحرا میں جاؤ اور اُسے ڈھونڈ نکالو وہی تمہارے شبہات دور کر کے صراطِ مستقیم کا پتہ دے گا۔ مآ بہ جو بحیرا کی باتیں سن کر بے تاب ہو رہا تھا کہا کہ میں خوشی سے جاؤنگا مگر پتہ تو دیجئے کہ وہ کہاں ۔کس شہر اور کس قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے۔ بحیرا۔ مجھے اِس بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں اگر تمہیں سچا شوق ہے تو اُسے ڈھونڈ نکالنے میں ضرور کامیاب ہو جاؤ گے۔

حق کا متلاشی اُٹھا اور بغیر اِس کے کہ منزل کا کچھ سراغ معلوم ہو صحرائے عرب میں غائب ہو گیا۔ سفر کے دوران حق کے متلاشی کو مختلف باتوں کا سامنا کرنا پڑا کبھی تو قذاق بدوؤں نے اُس کے بدن کے کپڑے جھولی میں چند خرمے یا ستو تھے لوٹ لئے اور کبھی صحرانشینوں نے بڑی فیاضی سے مہمان نوازی بھی کی۔ راستہ میں صحرائی بدوؤں سے وہ اپنی منزل کے بارے میں بھی پوچھتا جا تا لیکن نہ کوئی رہبر ملا اور نہ ہی کوئی اُسے اُس کی منزل کا پتہ دے سکا۔ کافی دنوں کے بعد اُس کی ملاقات بنی کنانہ کے ایک شریف عرب سے ہوئی جسے گذشتہ زمانے کے بہت سارے حالات معلوم تھے۔ حق کے متلاشی نے اُسے اپنا مدعا بتایا تو اُس شریف آدمی نے اُسے کوئی ڈیڑھ صدی کے ایک عیسائی عالم، عبادت گذار اور حقیقت شناس شخص کا پتہ دیا جس کا نام ذکریا تھا۔ یہ صحرائی مسافر اُس عیسائی عالم کی تلاش میں چل نکلا اور چند ہی دنوں کے بعد اُس کے پاس پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ مگر اُسے دیکھ کر ایک وحشت سی ہونے لگی کیونکہ وہ شخص اپنے سفید بالوں میں چھپا ہوا ایک وحشی جانور معلوم ہوتا تھا۔ مسافر نے دیکھا کہ وہ نحیف اور کمزور آدمی پہاڑ کے دامن میں ایک چٹان پر بیٹھا مراقبہ میں سر جھکائے دنیا سے بے خبر ہے۔ مسافر بھی اُس کے پہلو میں بیٹھ کر اِنتظار کرنے لگا کہ وہ سر اُٹھائے تو وہ اُس سے بات کرے۔ وہ دن کے انتظار کے بعد اُس نے آنکھ کھولی تو مسافر اُس کے قریب ہوا لیکن اُس نے کوئی بات نہ کی مسافر بھی انتظار میں بیٹھا رہا رات کے آخری پہر اُس نے اپنی نحیف اور کمزور آواز سے کہا اے مسافر تم جنوب کی طرف سفر کر کے ارضِ حجاز میں جاؤ کیونکہ وہ ناموس اکبر پیغمبر زماں جس کی تلاش میں تم نکلے ہو وہ مکہ میں ظاہر ہو چکا ہے اور مکہ چھوڑ کر جلد یثرب آنے والا ہے اور اُس کی پہچان بھی سن لو وہ صدقے کی چیز نہ کھائے گا ہاں ہدیہ کی چیز کھالے گا اور اُس کی پیٹھ پر مہر نبوت ہوگی اور یہ بھی سن لو کہ میری موت قریب ہے۔ میری تجہیز و تکفین کیلئے اللہ نے تمہیں بھیج دیا ہے۔ اب مجھے دفن کر کے جانا اور گواہ رہنا کہ میں مرتے وقت خدائے وحدہٗ لاشریک کا ماننے والا ہوں اور اُس پیغمبر آخر الزمان پر

ایمان لاتا ہوں جن کی نبوت کا اعلان ہو چکا ہے۔ یہ کہا کہ روح پرواز کر گئی۔ مآ بہ اُسے دفن کر کے آگے بڑھ گیا۔ راستہ میں اُس کی ملاقات بنی کلب کے ایک قافلہ سے ہوئی جو مکہ کے بت خانہ کی زیارت کیلئے جا رہا تھا۔ قافلہ سالار نہایت مروت اور اخلاص سے پیش آیا اور اُسے ساتھ لیکر ارضِ حجاز کی طرف روانہ ہو گیا۔ مآ بہ خوش تھا کہ اُسے اجنبی سرزمین میں محبت والے حامی اور مددگار مل گئے جو اُسے منزل تک پہنچا دیں گے۔ لیکن جب وہ قافلہ وادی القریٰ جو مدینہ سے زیادہ دور نہیں پہنچا تو شمعون نامی ایک یہودی سردار سے قافلہ سالار کی ملاقات ہوئی۔ قافلہ سالار نے شمعون یہودی کو حق کے متلاشی کے بارے میں بتایا کہ یہ شخص عیسائی ہے اور میں اِسے فروخت کرتا ہوں۔ اس طرح قافلہ سالار مآ بہ کو یہودی کے ہاتھ فروخت کر کے چلا گیا۔ جب مآ بہ کو معلوم ہوا کہ قافلہ سالار اُسے چھوڑ کر چلا گیا ہے تو اُس نے یہودی سردار سے اجازت طلب کی تا کہ وہ بھی قافلہ کو پہنچ جائے۔ شمعون نے کہا تم نہیں جا سکتے کیونکہ تمہارے سردار نے تمہیں ہمارے ہاتھ فروخت کر دیا ہے اب تم ہمارے غلام ہو۔ بوڑھے مسافر نے کہا کہ میں بوڑھا آپ کی کیا خدمت کروں گا مجھے میری تلاش میں آگے جانے دو۔ شمعون یہودی نے کہا مجھے بتایا گیا ہے کہ تم عیسائی ہو اور ہم نے عیسائیوں سے صدہا طرح کے انتقام لینے ہیں۔ رات کو وادی القریٰ میں ایک جشن منایا گیا تمام یہودی شمعون کے گھر جمع ہوئے۔ مآ بہ حق کا متلاشی کو کانٹوں کا تاج پہنا کر ایک ڈنڈا ہاتھ میں پکڑا کر ایک جگہ کھڑا کر دیا گیا اور سارے یہودی مسخرے پن سے اُسے جھک جھک کر سلام کرنے لگے۔ یکا یک شمعون آیا ڈنڈا چھین کر اُسے بے تکان مارنے لگا۔ یہ دیکھ کر سارے یہودی جو وہاں جمع ہو گئے تھے چاروں طرف سے اُس پر ٹوٹ پڑے یہاں تک کہ وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر گیا۔ صبح کو شمعون نے اُسے زبردستی اُٹھایا اور کہا کہ اب تم اسرائیل کے باضابطہ غلام اور اسرائیلیوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ تمہیں جہاں کہیں پائیں ماریں اور بے عزتی کریں۔ اور ہاں اپنے روزانہ کے فرائض بھی سن لو۔ گھر میں جھاڑو دینا ہو گا، چولہے کو لیپا ہو گا، جنگل سے لکڑیاں لانا، برتن صاف کرنا، کھانا پکانا اور کھجوروں کے باغ میں جا کر درختوں کی خدمت کرنا اور تالاب سے پانی بھر کر لانا ہو گا۔ اور آج کے بعد تم انسان نہیں عیسیٰ ہو اور جو بھی اسرائیلی تم پر ظلم کرے جائز ہو گا۔ مآ بہ اسرائیلیوں کے ظلم سہتا رہا، مار کھاتا رہا، لیکن حق کی تلاش اُس کے اندر جوش مارتی رہی۔ ایک دن اُسے کچھ لوگوں سے معلوم ہوا کہ مکہ میں ایک شخص نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے۔ اور

کہتا ہے کہ خدا نے اُسے سارے عالم کی ہدایت کیلئے بھیجا ہے۔ خدا کا فرشتہ اُس کے پاس آتا ہے اور جو شخص بھی اُس کی بات سنتا ہے اُس کا کلمہ پڑھنے لگتا ہے۔ وہ بتوں کی تکذیب کرتا ہے۔ نیکی کی تلقین کرتا ہے۔ برائیوں سے روکتا ہے لیکن چند آدمیوں کے سوا مکہ کے سارے بت پرست اُسے جھوٹا، مکار، مجنوں کہتے ہیں۔ اُس کے اپنے قریبی رشتہ دار بھی اُس سے دور ہوتے جاتے ہیں۔ لیکن وہ توحید کی تبلیغ سے پیچھے نہیں ہٹا اور ہر طرح کے مصائب و تکالیف برداشت کرتا چلا جا رہا ہے۔ حق کا متلاشی اِس ناموسِ خدا کے حالات سننے کیلئے ہر آنے جانے والے قافلہ کے لوگوں سے پوچھ گچھ کرتا رہتا آخر ایک دن اُسے معلوم ہوا کہ وہ شخص مکہ والوں کے ظلم و ستم سے تنگ ہو کر مدینہ میں آ گیا ہے۔ مدینہ میں آنے کی خبر سن کر مآبہ بہت خوش ہوا۔ کیونکہ اُسے اُن کے دیدار اور ملاقات کی اُمید نظر آنے لگی۔ مآبہ ہر وقت اِس سوچ میں کھویا رہتا کہ وہ کس طرح مدینہ جا کر اُن کا دیدار کرے۔ بوڑھا اور کمزور ہونے کے باوجود وہ بہت محنت سے کام کرتا اِس لئے اب اُس کا مالک بھی اُس پر مہربان ہونے لگا۔ ایک دن جو اُسے کام سے فرصت ملی تو اُس نے اپنی مشقت کی مزدوری سے تھوڑی سی کھجوریں لیں۔ یہودیوں سے چھپ کر حضرت پیغمبر آخر الزماں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اپنے نورانی چہرے کے ساتھ ایک چٹائی پر رونق افروز تھے۔ حق کا متلاشی آگے بڑھا کھجوروں کی ٹوکری آپ کے سامنے رکھ کر عرض کی حضور میرے اِس حقیر صدقہ کو قبول فرمائیں۔ آپ ﷺ نے وہ ساری کھجوریں اپنے رفیقوں میں تقسیم کر دیں اور خود نہ کھائیں وہ سمجھ گیا کہ پہلی نشانی جو ز کریا عیسائی عالم نے بتائی تھی ثابت ہو گئی۔ اُسے دوسری نشانی کا پتہ لگانے کی فکر ہوئی۔ کچھ دنوں کے بعد وہ پھر چند کھجوروں کی ٹوکری لیکر آیا اور عرض کی حضور ﷺ یہ کھجوریں میں ہدیہ کے طور پر پیش کرتا ہوں۔ آپؐ نے کچھ کھجوریں خود کھائیں اور باقی اپنے اصحابؓ میں تقسیم کر دیں۔ جب اُس کو دونوں نشانیوں کی تصدیق ہو گئی تو وہ مطمئن ہو کر واپس آ گیا۔ اب وہ تیسری نشانی کی تصدیق کرنے کی فکر میں لگ گیا۔ اِس دوران مدینہ میں کئی حالات رونما ہوئے کئی لڑائیاں ہو گئیں جہاں ہر جگہ اللہ کے رسول کی فوج کو فتح و نصرت حاصل ہوتی رہی۔ ایک دن موقع پا کر حق کا متلاشی (مآبہ) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپؐ اپنی مسجد میں صرف ایک چادر اُوڑھے ہوئے جلوہ افروز تھے۔ مآبہ نے کئی بار پھر پھرا کر آپ کی پیٹھ دیکھنی چاہی۔ آپؐ مآبہ کی بے تابی سے پھرنے کو جانچ گئے تو چادر کو اپنے کندھوں سے سرکا دیا۔

مآ بہ (حق کا متلاشی) جو مدت دراز سے مشتاق تھا دوڑ کر قریب گیا اور مہر نبوت چوم کر زارو قطار رونے لگا۔ آپؐ نے اُسے تشفی دی اور حال پوچھا تو اُس نے اپنی ساری سرگذشت اول تا آخر سنا ڈالی۔ آپؐ کو تعجب ہوا اور بصرا کے مقتدا بحیرا کے بارے میں پوچھا کہ کیا وہ اب زندہ ہیں۔ مآ بہ نے بتایا کہ وہ زندہ ہیں اور میں اُن تک آپ ﷺ کے حالات پہنچاتا رہا ہوں۔ اور وہ بن دیکھے آپؐ پر ایمان بھی لے آیا ہے۔ آپؐ یہ سن کر بہت خوش ہوئے مآ بہ کے سارے شکوک و شبہات دور ہو گئے اور وہ آپؐ کے ہاتھ پر ایمان لا کر علم الیقین اور حق الیقین کے رُتبہ پر فائز ہو گیا۔ اور وہ چیز جس کی تلاش میں اُس نے اپنی زندگی کا ایک طویل عرصہ مصیبتیں جھیل کر گذارا تھا حاصل ہو گئی اور اب رمز حقیقت وحقانیت اُس پر منکشف ہو چکی تھی اِس لئے اُس کا دل اب مطمئن تھا۔ آپؐ نے اُس کا نام سلیمان رکھ دیا۔ اُس کی غلامی اور مظلومی کے حالات سن کر حضرت رسالت مآب ﷺ کو بڑا ترس آیا۔ آپؐ نے فرمایا سلیمان تم اپنے آقا سے مکاتبہ کر لو اللہ تمہاری آزادی کا کوئی بہتر سبب کر دے گا۔ سلیمانؓ خوشی سے اپنے آقا کے پاس واپس آیا تو اُسے بھی نہایت مہربان پا کر اپنے مکاتبہ اور آزادی کے بارے میں گفتگو کی۔ شمعون جواب اپنے غلام پر مہربان تھا چاہتا تھا کہ وہ اُس کے پاس ہی رہے۔ لیکن غلام تھا کہ ایک گھڑی بھی حضرت رسالت مآب ﷺ سے دور رہنا پسند نہ کرتا تھا اِس لئے اُس نے اپنے آقا کی منت سماجت کی تو وہ مکاتبت پر آمادہ ہو گیا۔ لیکن بڑی مشکل شرطیں رکھیں۔ شمعون نے کہا کہ تم اپنی آزادی کیلئے چالیس اوقیہ سونے کا بندوبست کرو اور میرے باغ میں خرمے کے تین سو پودے لگا کر ایسی خدمت کرو کہ وہ سب ہرے ہو کر کامل ہو جائیں۔ یہ کام اگرچہ مشکل تھا لیکن سلیمانؓ کو یقین تھا کہ اُسے آزادی مل جائے گی۔ ایک دن سلیمانؓ نے یہ خبر آپؐ کی خدمت میں پیش کی تو آپؐ نے سلیمانؓ کو تسلی دی اور فرمایا گھبراؤ نہیں خدا بڑا مسبب الاسباب ہے اور اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ تین سو خرمہ کے پودوں کا بندوبست کرو۔ اصحابہؓ نے فوراً پودوں کا بندوبست کیا۔ آپؐ نے سلیمانؓ سے فرمایا کہ تم ان پودوں کو بٹھانے کیلئے گڑھے کھودو میں خود آ کر ان پودوں کو اپنے ہاتھ سے لگا دونگا۔ چنانچہ آپؐ نے اپنے ہاتھوں سے تین سو پودے لگا کر یہودی کا باغ تیار کر دیا۔ آپ کے ہاتھوں کی برکت تھی کہ سب پودے سبز ہو گئے۔ یہودی نے جب اپنا لہلہاتا باغ دیکھا تو حیران ہوا کیونکہ خرمے کے درخت بڑی مشکل سے پروان چڑھتے ہیں اور سو میں سے دس بارہ ہی

زندہ بچتے ہیں۔ یہودی کو یہ یقین تھا کہ دوسری شرط چالیس اوقیہ سونے کا بندوبست کرنا آسان نہ ہوگا۔ کچھ دنوں کے بعد سلیمانؓ دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے پیار سے فرمایا او فارسی مسافر قریب آؤ جب سلیمانؓ قریب گئے تو آپؐ نے اُنہیں سونے کی ایک ڈلی عنایت فرمائی اور کہا کہ جاؤ اپنی مکاتبت کی شرط ادا کر کے آزادی حاصل کرو۔ سلیمانؓ نے کہا حضورﷺ اتنے سونے سے کیا ہوگا۔ ارشاد ہوا تم جاؤ۔ اللہ اِس میں برکت دے گا۔ سلیمانؓ نے وہ سونا جب اپنے مالک کے سامنے پیش کیا تو اُس نے کہا یہ تو بہت تھوڑا ہے۔ سلیمانؓ نے کہا آپ تول کر دیکھیں۔ شمعون نے اُسے کئی بار تولا اور کئی باٹ بدلے لیکن وہ ڈلی ہر بار تول سے زیادہ نکلی۔ یہودی حیران ہوا اور پوچھا کہ تم یہ سونا کہاں سے لائے انہوں نے کہا یہ میں نہیں بتا سکتا اور نہ یہ بات شرط میں شامل ہے چونکہ شرط پوری ہو چکی تھی۔ اِس لئے یہودی کو حضرت سلیمانؓ کو آزاد کرنا پڑا۔ آزادی حاصل کرنے کے بعد حضرت سلیمانؓ سیدھے رسالت مآبﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپؐ کے غلاموں میں شامل ہو گئے۔ اُس کے بعد آپﷺ کے وصال تک ایک پل کیلئے بھی آپؐ سے جدا نہ ہوئے۔ شمع توحید کے پروانے حضرت سلیمانؓ بہت خوش تھے کیونکہ آپ کی صحبت میں رہ کر اُنہیں وہ سب کچھ مل گیا جس کی انہیں جستجو تھی۔ اُن کا دل مطمئن تھا اور آنکھیں روشن۔ نبی کریمﷺ نے آپکے متعلق فرمایا کہ سلمانؓ میرے اہل بیت میں سے ہیں۔

غزوہ خندق کے موقع پر خندق کھودنے کا مشورہ آپ نے ہی دیا تھا۔ جسے حضور اکرمﷺ نے قبول فرمایا۔

آپؐ کے وصال کے بعد آپؐ کے خلفاء بھی حضرت سلیمان فارسیؓ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور احترام کرتے۔ حضرت سلیمانؓ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کا زمانہ بھی دیکھا اور ایک لمبی عمر پانے کے بعد نبی رحمتﷺ کی محبت دل میں بسائے خالق حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُوْنo

دُعا

عبدالرشید ساھی

اے شان کریمی مجھے مایوس نہ کرنا
تقدیر بدلتی ہے دعاؤں کے اثر سے

دُعا خواہشوں کا اظہار ہے جو کہ ذات کبریا سے کیا جاتا ہے۔دُعا ایک عاجزی کی علامت ہے مجبوری اور بے بسی کی حالت کا اقرار ہے۔دُعا! اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بزرگی کا اقرار ہے۔دُعا دل کیلئے راحت اور سکون کا باعث ہوتی ہے۔دُعا! کا تعلق دل سے ہوتا ہے دُعا انسانی ضمیر کی ترجمان ہوتی ہے۔دُعا اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا اقرار اور اپنی پستی کا اظہار ہے دُعا جو دل سے نکلتی ہے قبول ہوتی ہے۔علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

دُعا کرنا ناجائز نہیں اس کیلئے کسی وقت اور مقام کی قید نہیں یہ کسی کی محتاج نہیں دُعا صرف بے نیاز سے کی جاتی ہے اور وہ صرف ایک ہی ہستی ہے جو کہ تمام عالموں کا رب ہے صرف اسی کی صفت ہے کہ وہ نہ سوتا ہے اور نہ اس کو اُونگھ آتی ہے اس کی ہر وقت اور ہر گھڑی اپنی مخلوقات پر نظر رہتی ہے اللہ تعالیٰ خود قرآن مجید میں فرماتے ہیں۔

''اور تمہارے رب نے ارشاد فرمایا مجھ سے دُعا مانگا کرو میں تمہاری دُعا قبول کرونگا، بلاشبہ جو لوگ میری بندگی کرنے سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہونگے''۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریمﷺ کو ارشاد فرماتے سنا۔دُعا عبادت ہی ہے اور ایک اور جگہ فرمایا۔دُعا عبادات کا مغز ہے۔دُعا۔انسانی دل و دماغ کی عکاسی کرتی ہے اللہ تعالیٰ سے دُعا نہ کرنا انسانی تکبر کی علامت ہوتا ہے کوشش کرنی چاہیے کہ سوال صرف مالک کون و مکاں سے ہی کیا جائے جو خود محتاج ہوگا وہ کسی کا سوال کیا پورا کرے گا؟

میاں محمد صاحب آف کھڑی شریف فرماتے ہیں!

منگت کولوں منگن والا روے ہمیشہ خالی
اوہنے کی دینا اے دان محمد جہیڑا آپ سوالی

میں نے اکثر یہ دیکھا ہے کہ خدا سے بھی دُعا نہ کرنا ایک فیشن بنتا جا رہا ہے بعض لوگوں کو اکثر یہ کہتے سنا گیا ہے کہ دعا کیلئے کہاں لکھا گیا ہے فرض نمازوں کے بعد دُعا کا حکم نہیں دیا گیا میں ان سے پوچھتا ہوں یہ کہاں درج ہے کہ فرض نمازوں کے بعد دعا نہیں کرنی چاہیے بعض حضرات کہتے ہیں کہ نماز خود دُعا ہے دراصل انسانی خواہشوں کا کوئی حد او رشمار نہیں ہے ان کا احاطہ نماز میں نہیں ہوسکتا دُعا کی حدیں بہت وسیع ہیں ان کو محدود نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت ثوبانؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ دُعا کے سوا کوئی چیز تقدیر کے فیصلہ کو ٹال نہیں سکتی اور نیکی کے سوا کوئی چیز تقدیر کے فیصلہ بدل نہیں سکتی اور نہ ہی عمر کو بڑھا سکتی ہے بعض اوقات کسی گناہ کی وجہ سے آدمی کو روزی سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سے اِس کا فضل مانگو کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ اس سے مانگا جائے اور کشادگی کی دعا کے بعد کشادگی کا انتظار کرنا افضل عبادت ہے۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا دُعا ضرور قبول ہوتی ہے اِس کے بدلہ میں کچھ نہ کچھ ضرور ملتا ہے بشرطیکہ دُعا میں قطع رحمی یا گناہ کی بات نہ ہو یا تو اللہ تعالیٰ مانگنے والے کو وہی عطا فرما دیتے ہیں جو وہ مانگ رہا ہوتا ہے یا کوئی تکلیف اِس کی دعا کی وجہ سے ہٹا دی جاتی ہے یا اس کیلئے اِس دعا کے بقدر اجر کا ذخیرہ کر دیتے ہیں۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

نا پید ترے بحرِ تخیل کے کنارے
پہنچیں گے فلک تک تیری آہوں کے شرارے

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست کرنے کیلئے کچھ آداب ہیں اور دعا کی قبولیت کیلئے چند شرائط ہیں دعا کی قبولیت کیلئے غذا کا حلال اور پاکیزہ ہونا اِن شرائط میں سے ایک ہے ارشاد ہوتا ہے ''اے گروہ انبیاء پاکیزہ رزق کھایئے اور نیک عمل کیجئے اور اے لوگو زمین کی پاکیزہ اور حلال چیزیں کھاؤ''۔

نبی مکرم ﷺ نے فرمایا قسم اِس ذات کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے انسان جب حرام

لقمہ پیٹ میں ڈالتا ہے تو چالیس دن تک اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔علامہ اقبال فرماتے ہیں!

اے طائر لاہوتی اِس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا لباس تقویٰ کا اچھا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے حرام مال پایا پھر اس سے قمیض بنائی اور پہنی اس کی نماز قبول نہ ہوگی جب تک اِس لباس کو اپنے وجود سے جدا نہ کردے اللہ تعالیٰ پاک صاف رہنے والوں کو پسند فرماتے ہیں اور سحری کے وقت اپنے گناہوں کی معافی چاہنے والے اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کو خلوص دل سے پکارو اور حضور نے فرمایا ''اعمال کا دارومدار نیت پر ہے''۔

حضرت سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں۔

جے رب ناتیاں دھوتیاں بخشے تاں بخشے مچھیاں ڈھڈواں ہُو
جے رب بخشے مون منایاں تاں بخشے بھیڈاں سسیاں ہُو
جے رب بخشے جتیاں ستیاں تاں بخشے ڈاھنڈاں خصیاں ہُو
سلطان باہو رب اوناں نوں بخشے نیتاں جہناں دیاں سچیاں ہُو

دانا لوگوں نے کہا ہے ''نیت بر مراد'' قبل از دُعا کسی صالح عمل کا ہونا ضروری ہے دعا میں گناہ اور حرام کا مطالبہ نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں دُعائیں شامل فرما کر بتا دیا کہ دُعا مجھ سے کرو میں ہی تو دُعائیں قبول کرنے والا ہوں۔علامہ اقبال فرماتے ہیں!

اب کیا جو فغاں میری پہنچی ہے ستاروں تک
تو نے ہی سکھائی تھی مجھ کو یہ غزل خوانی

حضرت انسان کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے یہ شکوہ رہا ہے کہ وہ دُعائیں قبول نہیں کرتا لیکن خود ہم نے یہ کبھی نہیں سوچا کہ کیا ہم اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کر رہے ہیں نہیں اور یقیناً نہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ ''تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا''

یعنی ابتدا انسان کی طرف سے ہوگی یہ اس کی کبریائی کا سب سے بڑا ثبوت ہے کہ پہلے غلام

آ قا کے حکموں پر سر تسلیم خم کرے گا تب آ قا خوش ہو کر غلاموں پر مہربان ہو گا ساری کائینا تیں اور سارے جہان اِسی ذات کے محتاج ہیں ہر گھڑی اور ہر لمحہ اِس کے در کا گدا گر بن کر رہنا چاہیے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی اصل حقیقت سے صرف اسی لئے بار بار آ گاہ فرمایا ہے کہ اے انسان غور کر میں نے تجھے کیسے پیدا کیا پھر تجھے موت دونگا اس کے بعد پھر زندہ کرونگا اور پھر تجھ سے زندگی کی کارکردگی کا حساب لونگا اور تیرے اعمال کے مطابق تجھے جزا و سزا دونگا۔ ہم نے یوم حساب کو فراموش کر دیا دنیا کے تماشے میں گم ہو گئے متاع قلیل کو ہی سب کچھ سمجھ لیا اور کھیل تماشہ کو اپنا لیا میاں محمد صاحب آف کھڑی شریف فرماتے ہیں۔

در در دی تو چھڈ غلامی تے بن کولی اکو در دی
اک در دی جے کولی بنیں تاں مالک سارے گھر دی

اِنسان محتاج ہے اور رب کبریا غنی ہیں انسان جب اپنے رب سے بات کرتا ہے تو دراصل اس کی عظمت اور ربوبیت کا اقرار کرتا ہے جب انسان اس در رحمت پر سر تسلیم خم کر دیتا ہے تو وہ اپنے بندہ پر مہربان ہو کر اس کو سکون قلب جیسی نعمت سے نواز دیتا ہے علامہ فرماتے ہیں۔

مانگنے والا گدا ہے فدیہ مانگے یا خراج
کوئی مانے یا نہ مانے میرو سلطاں سب گدا

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی رہنمائی اور تربیت کے لئے ہر زمانہ میں اپنے رسول بھیجے تا کہ انسانیت اِن کی اتباع کر کے اللہ کا قرب حاصل کرے اور اپنی دنیا و آخرت سنوارے جن لوگوں نے انبیاء کا اتباع کیا وہ کامیاب قرار پائے اور جنہوں نے انکار کیا وہ خوار ہو گئے سب سے آخری اُمت کیلئے اپنا محبوب ترین رسولؐ مبعوث فرما کر اس اُمت پر بہت بڑا احسان فرمایا اور پھر اس اُمت کو قرآن پاک میں یہ احسان جتا بھی دیا اور پھر اعلان بھی فرما دیا کہ اگر میری محبت کے آرزو مند ہو تو میرے رسول ﷺ کا اتباع کرو میں تمہیں بھی اپنا محبوب بنا لونگا جو کوئی جتنی جتنی نبیؐ رحمت سے محبت کرے گا اتنا ہی اللہ کے قرب میں چلا جائے گا۔

ادھی راتیں رحمت رب دی کرے بلند آوازہ
ہے کوئی بخشش منگن والا کھلا ہے دروازہ

منازل قرآن کا حیرت انگیز معجزہ

انجینئر سلطان بشیر محمود (ستارۂ امتیاز)

وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَo

''اور اگر تمہیں (اس کتاب میں) جو ہم نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر نازل فرمائی ہے کچھ شک ہو تو اس جیسی ایک ہی سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا تمہارے جو مددگار ہیں انہیں بھی بلا لاؤ اگر تم سچے ہو''۔ (سورۃ البقرۃ آیت مبارکہ ۲۳)

پچھلے ابواب میں ہم نے دیکھا ہے کہ قرآن حکیم کی سورتوں اور پاروں کی تقسیم حسابی زبان میں ترتیب کا ایک معجزہ ہے اور اس بات کا واضح اور غیر مبہم ثبوت ہے کہ اس عظیم پیغام کی کتابی شکل میں ترتیب تک بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ مندرجہ ذیل میں آپ دیکھیں گے کہ قرآن کریم کی تلاوت کا عمدہ ترین طریقہ بھی کسی عجیب حسابی نظام کا حصہ ہے۔

پس منظر

صاحب قرآن ﷺ نے قرآن حکیم کی تلاوت کیلئے سات منازل مقرر کی ہیں۔

بعض صحابہ کرامؓ کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھنے کا شوق رہتا تھا۔ وہ دل و جان سے چاہتے تھے کہ روزانہ ایک قرآن پاک ختم کر لیا کریں۔ یہ غالباً اس زمانہ کا واقعہ ہے جب وحی الٰہی اپنی تکمیل کو پہنچ چکی تھی یا پہنچنے والی تھی اور صحابہ کرامؓ جلد از جلد پورے قرآن پاک کا دورہ کرنے کا نہایت شوق رکھتے تھے۔

اِس شوق کے عالم میں چند صحابہ کرامؓ نے حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا کہ ''یا رسول اللہ ﷺ ہم قرآن مجید کی تلاوت کس طرح کریں''۔ چونکہ اسلام اعتدال کا دین ہے۔ آقا ﷺ نے فرمایا۔ ''مہینے میں ایک بار یعنی روزانہ تقریباً ایک پارہ'' صحابہ کرامؓ میں سے ایک جوان نے کہا کہ ''حضور ﷺ ہم میں اس سے زیادہ طاقت ہے۔ مزید اجازت دیں''۔ ان کے شوق کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا ''بہتر ہے تم لوگ پندرہ دن میں ختم کر لیا کرو''۔ لیکن کلام

اللہ کے اِن عاشقوں کیلئے یہ بھی کافی نہیں تھا۔ دوبارہ عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ مزید رحمت فرمایئے۔سرورکائنات ﷺ نے ان کے اصرار پرفرمایا۔''تم قرآن حکیم کوسات منزلوں میں پڑھ لیا کرو''۔

(حوالہ ابوداؤد، بحوالہ مولانا عبدالقیوم ندوی ''قرآن پاک اور اس کی حکایات'' صفحہ ۵۷)

سات منزلوں کی ترتیب

روایات اوراحادیث مبارک کے مطابق قرآن حکیم کی منازل حسب ذیل ہیں۔

جدول نمبر ۳

سات منازل ترتیب کا خاکہ

نوٹ:سورت فاتحہ پہلی منزل ہی میں شامل ہے

منازل میں ترتیب کا معجزہ

جیسا کہ پہلے گزارش ہو چکی ہے کہ ہمارا یہ ایمان ہے کہ قرآن حکیم کے متعلق کوئی بھی بات اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا کے بغیر نہیں ہوسکتی۔حضور نبی پاک ﷺ دین کے بارے میں اپنی خواہش اور خیال سے بات نہیں کرتے تھے بلکہ ہر بات اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہوتی تھی۔ اِس لئے لازمی ہے کہ آپؐ نے قرآن کو اگر سات منزلوں میں تقسیم کیا ہے اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی

کوئی حکمت ہوگی یا کوئی بڑا راز۔ تو سوال یہ تھا کہ اِن سات منزلوں کی کیا اہمیت ہے؟ حضور پاک ﷺ کے اس غلام (بشیر محمود) نے یہاں بھی وہی حسابی طریقہ استعمال کیا جو وہ پہلے سورتوں اور سپاروں کے متعلق کر چکا تھا۔ منازل اور سورتوں کی نسبت کے درمیان جب گراف بنایا گیا تو آنکھیں حیران رہ گئیں، عقل دنگ رہ گئی کہ قرآن پاک کی یہ ترتیب بھی اپنے اندر ایک معجزانہ حساب چھپائے ہوئے ہے۔ اس کیلئے قارئین کو جدول نمبر۳ اور گراف نمبر تین کے ملاحظہ کی زحمت دی جا رہی ہے۔ وہ دیکھیں گے جس طرح سپاروں اور سورتوں کے درمیان خوبصورت گراف تھا، ویسا ہی حیران کن نظم سورتوں اور منازل کے درمیان ہے۔ شروع میں گراف کی عمودی شرح قدرے کم ہے لیکن جیسے جیسے تلاوت میں قاری آگے بڑھتا ہے۔ بلندیوں کی طرف اڑان میں تیزی آ جاتی ہے اور ساتویں دن میں جب وہ آخری منزل میں سے گزرتا ہے تو روحانی ترقیوں کا کیا کہنا۔ ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے ساتویں منزل کی انتہا عرش بریں ہے۔ آخر میں جا کر گراف روحانی بلندیوں کی جانب عمودی طور پر چڑھتا ہے۔ (سبحان اللہ)

اگر منازل اور سورتوں کی تعداد کے جدول نمبر تین پر آپ غور فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ ہر منزل کے ساتھ دو سورتوں کا مسلسل اضافہ ہو رہا ہے سورتوں اور منازل کی یہ ترتیب مندرجہ ذیل حسابی فارمولا کے تحت آ رہی ہے۔

کسی منزل میں تعداد سورۃ =2x منزل + 1

مثلاً C=2 A + 1

منزل1 سورتیں 3=1+2x1

منزل2 سورتیں 5=1+2x2

منزل3 سورتیں 7=1+2x3

منزل4 سورتیں 9=1+2x4

منزل5 سورتیں 11=1+2x5

منزل6 سورتیں 13=1+2x6

منزل7 باقی 65 سورتیں

گراف جدول نمبر ۳

قرآن حکیم کی منازل اور سورتوں کے درمیان تعلق کا گراف

مزید حیران کن بات یہ ہے کہ آخری سورت نمبر، منازل کے نمبر اور تعداد سورتوں کے درمیان بھی مندرجہ ذیل حسابی فارمولا ہے۔

منازل کا مربع + تعداد سورتیں = آخری سورت کا نمبر

D=C+A2

مثلاً چوتھی منزل کا حساب لگائیں 25=9+4x4

ساتویں منزل کا حساب لگائیں 114=65+7x7

اِن قرآنی حسابات میں اللہ تعالیٰ کے کیا راز ہیں۔ جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے یہاں اُولی الالباب کیلئے فکرو تدبر کا بہت بڑا موقع ہے۔ مصنف کی استدعا ہے کہ آج کے حسابی دور کی نسبت سے قرآن حکیم کے ایسے معجزات کو مسلم نوجوانوں کے علم میں بہرصورت لایا جائے تا کہ یقین کی دولت سے مالا مال وہ الحاد کے خلاف دلیل اور ایمان کی قوت سے جارحانہ مقابلہ کرسکیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت محمد ﷺ اتنے بڑے حساب دان تھے کہ انہوں نے قرآن کریم کی منازل کا تعین بھی ایک حسابی فارمولا سے کیا اس وقت جبکہ آپ ﷺ کے زمانہ میں خصوصاً عرب جیسے ملک میں تو زیادہ سے زیادہ گنتی بھی بیس یا ستر کے ہندسوں تک تھی۔ مربعوں ضرب جمع تفریق تو بہت دور کی بات تھی۔ اس لئے قرآن حکیم کے حسابی نظام کے متعلق سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

سورۃ یٰسین۔قرآن کا دل

سورۃ یٰسین قرآن کریم کی 36ویں سورت ہے جس میں 83 آیات ہیں۔ احادیث کی کتابوں مثلاً ابو داؤد، احمد، نسائی، ابن ماجہ، طبرانی وغیرہ میں رسول پاک ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ یہ قرآن کریم کا دل ہے۔ یہ بات اس کے مضامین سے بھی سمجھ آتی ہے۔ بڑے زوردار طریقہ سے اس میں اسلام کی روح کو اُجاگر کیا گیا ہے۔ حسابی لحاظ سے حیران کن بات یہ ہے کہ

قرآن کریم کی ترتیب میں جو جگہ اُسے دی گئی ہے وہ بھی تقریباً اس مقام پر جس مقام پر انسان میں اس کا دل ہے مثلاً ترتیبی لحاظ سے یہ سورت قرآن کریم کے مجموعی حجم میں تقریباً 74% فیصد پر آتی ہے۔یعنی اس سے پہلے تقریباً 74% فیصد قرآن ہے اور اس کے بعد 26%۔

اب آپ اپنے جسم میں اپنے دل کے مقام کا حساب لگائیں۔ جب ہم نے مختلف عمروں کی عورتوں اور مردوں کے لے کر پاؤں سے دل تک اور دل سے سر تک قد کی پیمائش کی تو معلوم ہوا کہ انسانی دل کا مقام ٹوٹل قد میں تقریباً 73% فیصد پر ہے۔پیمائش اور کھڑے ہونے کے انداز کی وجہ سے تھوڑا بہت فرق ہوسکتا ہے لیکن مجموعی حیثیت میں یہی ثابت ہوا کہ جو حیثیت انسانی دل کی انسانی جسم میں ہے وہی حیثیت سورۃ یٰسین کی مجموعی قرآن میں ہے۔سبحان اللہ! کون کہے گا کہ کلام پاک کی ترتیب انسانی ہے؟

بابا جان کا دورہ (راولپنڈی، اسلام آباد)

پیر خان توحیدی

یوں تو ہر سال اپریل کے مہینہ میں مرکز تعمیر ملت وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ میں سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا ایک اجتماع انعقاد پذیر ہوتا ہے۔ یہ تین دنوں کا پروگرام جمعہ سے شروع ہوکر اتوار کو اختتام پذیر ہوتا ہے۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ پاکستان کے تمام حلقوں کے بھائی اِس اجتماع میں بھرپور شرکت کرتے ہیں۔ ذکر و اذکار، بھائیوں کے پیار و محبت اور بابا جی کے روحانی انوارات سے اپنے دلوں کو جگمگا کر واپس جاتے ہیں۔ اِس اجتماع میں بھائیوں کی کثرت کی وجہ سے آنے والے تمام احباب کو بابا جی اتنا وقت نہیں دے سکتے جتنا کہ اُن کی خواہش ہوتی ہے۔ اِس کمی کو پورا کرنے کیلئے بابا جی اکتوبر سے دسمبر تک سلسلہ توحیدیہ کے تمام حلقوں کے دورے کا پروگرام مرتب کرکے بھائیوں کے پاس اِن کے حلقوں میں جا کر اُن کی روحانی اور قلبی کیفیات کو جلا بخشتے ہیں۔

راولپنڈی اسلام آباد کے جڑواں شہر کا موسم ستمبر کے آخر اور اکتوبر کے شروع میں کافی خوشگوار ہو جایا کرتا ہے اس لئے بابا جی اپنے پروگرام کی ابتدا اِسی جڑواں شہر سے اکتوبر میں شروع کیا کرتے ہیں۔ موسمی تغیر و تبدل کی وجہ سے اس دفعہ اکتوبر کے شروع میں موسم کافی گرم تھا۔ اِس لئے بھائیوں کی مشاورت سے بابا جی کو اکتوبر کے آخر میں آنے کی دعوت دی۔ اور آنے کیلئے 30 اکتوبر یا یکم نومبر جمعہ، ہفتہ، اتوار کے دن مقرر کئے گئے۔ رسالپور، اٹک، پنڈی گھیپ اور واہ فیکٹری کے بھائیوں کو بذریعہ فون اطلاع دی تاکہ وہ بھی اِس پروگرام میں شامل ہوکر بابا جی کے فیض سے مستفید ہوسکیں۔

29 اکتوبر کو بابا جی سے رابطہ ہوا تو آپ نے دوسرے دن 30 اکتوبر کو بذریعہ Dawoo سروس راولپنڈی آنے کا کنفرم کیا اور بتایا کہ گاڑی دو بجے دوپہر راولپنڈی پہنچ جائے گی پروفیسر طارق محمود صاحب ہم سفر ہونگے۔ 30 اکتوبر کو ہم چار بھائی غلام محمد صاحب (G.M)، ولی محمد صاحب، اقبال احمد صاحب وقت مقررہ پر اڈہ پر (G.M) صاحب کی گاڑی میں پہنچ گئے۔ بھائی طارق محمود (پنڈی والے) بمعہ عزیزم علی محمد پہلے ہی پہنچے ہوئے تھے۔ بابا جی اور پروفیسر طارق محمود صاحب اِنتظار گاہ میں موجود پائے گئے جو وقت سے ذرا پہلے ہی آ گئے تھے۔ بابا جی کو بھائی

غلام محمد (GM) کی گاڑی میں اور جناب پروفیسر طارق محمود صاحب کو طارق بھائی کی گاڑی میں بٹھا کر مرکز کی طرف چل پڑے تھوڑی دیر کے بعد مرکز (خواجہ ولی محمد کا آستانہ) پر پہنچ گئے۔ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر بھائیوں نے باباجی کے ساتھ ماحضر تناول کیا۔ باباجی قیلولہ کرنے کمرہ میں چلے گئے اور ہم لوگ گوجرانوالہ کے بھائی پروفیسر طارق صاحب سے محوِ گفتگو رہے۔ جلد ہی عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ بھائیوں کی آمد بھی شروع ہو گئی۔ باباجی بھی تشریف لے آئے۔ نمازِ عصر کے بعد چائے کا دور چلا۔ باباجی سے بھائیوں کی بات چیت ہو ہی رہی تھی کہ مغرب کی اذانیں ہونے لگیں۔ نماز کی تیاری کیلئے محفل برخاست ہوئی۔ رسالپور، اٹک، پنڈی گھیپ اور واہ فیکٹری کے بھائی بھی پہنچ چکے تھے۔ نماز مغرب کے بعد ذکر کا پروگرام شروع ہوا جس میں مقامی بھائیوں کے علاوہ باہر کے بھائی اور مہمانوں کی خاصی تعداد نے ذکر میں حصہ لیا۔ ذکر کے بعد باباجی نے دُعا فرمائی بھائیوں کی دینی و دنیاوی ترقی، روحانی درجات، پاکستان کی سلامتی اور استحکام کیلئے خصوصی دُعا فرمائی گئی۔ دُعا کے بعد پرلطف کھانے سے بھائیوں کی ضافت کی گئی۔ یہ کھانا بھائی اقبال احمد نے تیار کیا تھا۔ باباجی نے اقبال احمد صاحب کو شاباش دی۔ کھانے کے بعد کچھ بھائیوں نے اجازت طلب کی باقی بھائی باباجی کے قریب ہو گئے تا کہ آپ کے فرمودات سے فائدہ حاصل کریں۔ باباجی فرما رہے تھے کہ مومن کی زندگی میں بڑے نشیب و فراز نمودار ہوتے ہیں اور اسے بڑی بڑی آزمائشوں میں ڈالا جاتا ہے۔ باباجی نے سورہ بقرہ کی آیات نمبر 155 تا 157 کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ البتہ ہم آزمائیں گے تم کو ڈر سے اور بھوک سے اور نقصان سے مالوں اور جان کے اور میوؤں کے اور خوشخبری دے صبر کرنے والوں کو کہ جب پہنچے ان کو مصیبت تو کہیں ہم تو اللہ کا مال ہیں اور ہم اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں پر عنائتیں ہیں اپنے رب کی اور مہربانی اور وہی ہیں سیدھی راہ پر۔ باباجی نے فرمایا کہ یہ ہے مومن کی شان کہ جب بھی اُس پر کوئی مصیبت آتی ہے کوئی آزمائش آتی تو وہ اُس پر صبر کرتا ہے شکوے نہیں کرتا۔ جس کی وجہ سے اللہ کے ساتھ اُس کا رشتہ مضبوط تر ہوتا جاتا ہے اور جب وہ اِن چھوٹی چھوٹی پریشانیوں اور مصیبتوں کو ہنسی خوشی برداشت کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو بڑی بڑی پریشانیاں اور مصیبتیں اُس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں اور وہ ہر امتحان میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اللہ تو اپنے نیک بندوں کا امتحان لیتا ہے اور پھر ان پر اپنی رحمتوں کا نزول فرماتا ہے۔

بابا جی نے بھائیوں کو کہا کہ چھوٹی موٹی پریشانیوں یا مصائب سے گھبرانا نہیں چاہیے صبر کرنے سے سارے کام آسان ہو جاتے ہیں اسی میں مومن کی ترقی کے راز ہیں۔ جیسے علامہؒ نے فرمایا۔۔۔

تندیِ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اُڑانے کیلئے

بابا جی نے بھائیوں کو تلقین کی کہ جس فیلڈ میں بھی تم لوگ کام کرتے ہو اس میں خوب محنت اور لگن سے کام کرو۔ خوب دولت کماؤ، خود بھی کھاؤ اور مخلوق خدا کی خدمت میں بھی اِسے خرچ کرو۔ دولت کمانا کوئی بری بات نہیں۔ لیکن اِسے دل میں بسا لینا اچھا نہیں بابا جی نے ایک بہت ہی پیاری مثال بیان کی آپ نے فرمایا کہ مومن کی زندگی تو ایک کشتی کی طرح ہونی چاہیے جو سمندر کے اندر سمندر کا سینہ چیرتی ہوئی گذر جاتی ہے اور پانی کی ایک بوند بھی اپنے اندر نہیں آنے دیتی اِسے نہ موجوں کا ڈر ہوتا ہے اور نہ طوفانوں کا خطرہ۔ لیکن جونہی پانی اُس کے اندر آکر جمع ہونے لگتا ہے تو اِسے غرق ہونے کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے اور جلد ہی وہ پانی میں ڈوب جاتی ہے۔ اِسی طرح جب تک کوئی مومن اپنے آپ کو دنیاوی الائشوں سے دور رکھتا ہے کامیابی اُس کے قدم چومتی ہے۔ بھائی اگرچہ بڑے شوق سے بابا جی کی باتیں سن رہے تھے اور چاہتے تھے کہ ان باتوں کا سلسلہ جاری رہے لیکن بابا جی کی تھکاوٹ کی وجہ سے محفل برخاست کرنی پڑی بابا جی آرام فرمانے کمرے میں چلے گئے بھائی بھی اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ کچھ مہمان بھائی اور کچھ مقامی بھائی خواجہ ولی محمد صاحب کی بیٹھک میں تشریف لے آئے جہاں خواجہ ولی محمد صاحب حسب معمول اپنی آپ بیتی سنا رہے تھے۔ انہوں نے بابا انصاریؒ کے ساتھ گذارے لمحات کی بہت ساری یادیں اپنے دل میں بسائی ہوئی ہیں اور کبھی کبھی بھائیوں کے سامنے ان یادوں کو زندہ کر کے بھائیوں کے دلوں کو گرماتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ یہ 1964ء کی بات ہے کہ ہم راولپنڈی کے توحیدی بھائی جن میں عطاء اللہ شاہ بخاری، شریف الدین پیرزادہ مرحومین۔ طارق محمود صاحب (جو اُس وقت کم سن ہونے کے باوجود اُونچی اُڑان کے شوقین تھے)۔ اور بھائی عبدالسلام ”جنہیں روحانیت کا بہت شوق تھا“۔ ہر روز رات کے وقت اکٹھے ہوتے۔ مری روڈ کے ایک کیفے ٹیریا میں چائے یا قہوہ پیتے۔ گپ شپ لگاتے اور یہ محفل کافی دیر تک جاری

رہتی۔عطاءاللہ شاہ صاحب کی توجہ سے سارے بھائی مستفید ہوتے اور یہ توجہ بھائیوں کے پاس انفاس میں معاون اور مددگار ثابت ہوتی اور اِسی پیار و محبت کی تلاش میں ہم دوسرے دن پھر مل بیٹھتے۔ایک رات کسی وجہ سے میں اِس محفل میں شریک نہ ہوسکا سردیوں کی راتیں تھیں اِس لئے میں منہ سر لپیٹ کر سو گیا۔رات کے کسی حصہ میں میں نے دیکھا کہ ایک ڈراؤنی شکل کا دیوہیکل کالا سیاہ انسان جس کی انگلیاں میرے بازوؤں سے بڑی تھیں اور آنکھوں سے انگارے برس رہے تھے، میری طرف بڑھا آ رہا ہے۔میں اِس کی ڈراؤنی شکل سے ڈرا اور سمجھنے لگا یہ تو میری جان لے کر چھوڑے گا۔جب وہ میرے قریب آیا تو میں ڈر کے مارے چیخ مارنے والا ہی تھا کہ قبلہ انصاری ؒ کی ایک گرجدار آواز میرے کانوں سے ٹکرائی "ولی محمد تم گاڑی بند کرکے کیوں سوتے ہو" بابا جی کی آواز سن کر میں جاگ گیا اور وہ منحوس شکل غائب ہوگئی۔میری جان میں جان آئی اب میں بالکل بیدار تھا اور بابا جی میرے سامنے کھڑے مسکرا رہے تھے۔میں حیران تھا کہ اِس وقت بابا جی کہاں سے آ گئے۔بابا جی نے میرا حال احوال پوچھا۔میں نے بابا جی کو ایک کرسی پر بٹھایا اور باورچی خانہ میں جا کر بابا کیلئے چائے بنانے لگا۔جب چائے لیکر واپس آیا تو بابا غائب تھا۔مجھے بہت دُکھ ہوا باہر جا کر بابا کی تلاش کی مگر بابا نہ مل سکا۔مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ کیا ماجرا ہے۔دوسرے دن میں نے بھائی عالمگیر مرحوم سے اِس کا تذکرہ کیا تو انہوں نے بتایا کہ حیران کیوں ہوتے ہیں تمہارے پاس بابا چند لمحوں کیلئے آیا اور چلا گیا لیکن میرے پاس ایک دفعہ بابا جی نے تین دن گذارے۔میں ان کو کھانا کھلاتا، گپ شپ کرتا لیکن گھر والوں کو اِس کے بارے میں کوئی خبر نہ ہوسکی۔تب اِس حقیقت کا پتہ چلا کہ!

پیر مریداں دے سر تے رہندے
پاویں جاگدے ہون یا سُتے

اب رات بہت ہو چکی تھی اِس لئے بھائی سو گئے۔

31۔اکتوبر ہفتہ کا دن تھا۔آج ناشتہ کا پروگرام بھائی طارق محمود کی طرف سے تھا جس کا بندوبست انہوں نے راول ڈیم کے کنارے کسی ریسٹورنٹ میں کیا ہوا تھا۔لیکن بابا جی نے رات ہی کو مجھے بتا دیا تھا کہ طارق صاحب سے معذرت کریں۔ناشتہ اِدھر مرکز میں ہی بھائیوں کے ساتھ کیا جائے گا۔اِس پر طارق صاحب کو تھوڑا سا ملال تو ہوا لیکن راضی ہو گئے۔تقریباً 8 بجے جی

ایم صاحب اور اقبال احمد صاحب ناشتہ کے ساتھ حاضر ہوئے۔ سب بھائیوں نے بابا جی کی پیاری پیاری باتوں کے دوران ناشتہ کیا۔ دس بجے جی ایم صاحب بابا جی کو اپنی گاڑی میں بابا جی کے بیٹے حامد صاحب کے گھر پر اسلام آباد لے گئے جہاں انہوں نے اپنے پوتوں اور پوتیوں کے ساتھ ایک بجے تک وقت گذارا۔ دوپہر کا کھانا جناب عبدالوحید صاحب (خادم حلقہ اسلام آباد) کے ہاں تھا۔ ہم چند بھائی طارق صاحب کی گاڑی میں پروفیسر طارق محمود صاحب کے ساتھ ایک بجے وہاں پہنچ گئے بابا جی بھی وقت مقررہ پر پہنچ آئے۔ بابا جی خالد مسعود صاحب کے ساتھ ایک بزرگ بھائی جناب محمد مرتضٰی صاحب کو ملنے ان کے گھر چلے گئے ہم لوگ طارق صاحب اور وحید صاحب کے ساتھ گپ شپ میں مشغول ہو گئے۔ بابا جی جلد ہی محمد مرتضٰی صاحب کو ساتھ لیئے ہوئے واپس آ گئے۔ ہم سب کو بھی مرتضٰی صاحب سے مل کر خوشی ہوئی۔ اِسی خوشی میں وحید صاحب نے کھانا بھی پیش کر دیا۔ کھانا بہت پر لطف تھا جسے کھا کر روحانی خوشی بھی محسوس ہوئی۔ کھانے کے بعد بابا جی نے قیلولہ کیا ہم باہر نکل آئے اور قریب ہی ایک مسجد میں ظہر کی نماز ادا کی۔ نماز کے بعد طارق صاحب پروفیسر طارق محمود صاحب کو اپنی گاڑی میں بیٹھا کر ہم سے علیحدہ ہو گئے۔ اور پروفیسر صاحب کو سیر کروانے اسلام آباد کیلئے سب سے بلند مقام پیر سوہاوہ لے گئے۔ ہم لوگ واپس وحید صاحب کے گھر پہنچ گئے۔ بابا جی بھی تیار بیٹھے تھے۔ وحید صاحب ہمیں اپنی گاڑی میں بیٹھا کر راولپنڈی مرکز کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستے میں بھائی اقبال احمد صاحب نے چائے کا پروگرام بنایا ہوا تھا اس لئے ہم لوگ بابا جی کے ساتھ اقبال بھائی کے گھر پہنچ گئے۔ چائے وغیرہ پینے کے بعد شام تک واپس مرکز پہنچ گئے۔ نماز مغرب کے بعد ذکر کا پروگرام ہوا۔ آج بھی بھائیوں نے بھرپور حاضری تھی۔ ذکر کے بعد آج بھی بابا جی نے بڑی رقت آمیز دعا فرمائی۔ دعا کے بعد کھانا پیش کیا گیا جس میں حلیم، نان اور کھیر شامل تھی آج بھی یہ کھانا بھائی اقبال احمد صاحب نے تیار کیا تھا۔ آج پھر بابا جی نے اقبال احمد کو شاباش دی اور کہا کہ کبھی مرکز پر سالانہ اجتماع میں ایسی ڈش تیار کرنا۔ آج پھر کھانے کے بعد محفل جمی۔ بھائیوں کی بڑی تعداد نے بابا جی کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ اور دماغ کے ساتھ دل بھی وا کر دیا اور روحانی فیض اس میں سمونے لگے۔ آج بابا جی نے سورہ واقعہ کے کچھ حصہ پر روشنی ڈالی۔ آپ نے فرمایا جب قیامت آئے گی تین گروہوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ ایک گروہ خواص کا ہوگا جنہیں مقربین اور سابقین کہا ہے۔

دوسرا گروہ عوام مومنین کا ہوگا جنہیں اصحاب یمین کہا ہے اور تیسرا گروہ کفار کا ہوگا۔ جنہیں اصحاب شمال کہا ہے۔ قرآن نے ان تینوں گروہوں کے احکام الگ الگ بیان کے ہیں ان میں جو اصحاب یمین یعنی داہنے والے ہیں کیا ہی اچھے ہیں۔ مراد ان سے یہ ہے کہ ان کے اعمال نامے ان کو داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ اور جو سابقین اعلیٰ درجے کے ہیں اور اللہ کے ساتھ خاص قرب رکھتے ہیں۔ اِس گروہ میں انبیاء اولیاء، صدیقین اور کاملین شامل ہونگے۔ یہ لوگ آرام کے باغوں میں ہونگے۔ اِن مقربین کا ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں سے ہوگا۔ اور تھوڑے پچھلے لوگوں میں سے ہونگے۔ اگلوں سے مراد آدم علیہ السلام سے لیکر حضور ﷺ کے قبل تک اور پچھلوں سے مراد حضور ﷺ کے وقت سے لیکر قیامت تک۔ متقدمین میں کثرت سابقین اور متاخرین میں قلت سابقین کی وجہ یہ ہے کہ خواص ہر زمانے میں کم ہوئے ہیں متقدمین یعنی آدم علیہ السلام سے خاتم الانبیاء تک کا زمانہ بہت طویل ہے بہ نسبت اُمت محمد ﷺ کے جو قرب قیامت میں پیدا ہوئی ہے۔ تو باقتضائے عادتِ زمانہ اِس طویل زمانہ کے خواص بہ نسبت اُمت محمد ﷺ کے خواص سے مختصر زمانہ کے زیادہ ہونگے۔ کیونکہ اِس طویل زمانے میں لاکھ دو لاکھ تو انبیاء ہی ہیں۔ خاتم الانبیاء کے زمانے میں کوئی نبی نہیں۔ اِس لئے خواص مقربین کا بڑا گروہ متقدمین ہی کا ہوگا۔ اِن مقربین کی بڑی شان ہوگی۔ یہ خاص لوگ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہونگے۔ ان کی خدمت کیلئے نوخیز عمر کے لڑکے ہونگے جو شراب طہورا سے اِن کی ضیافت کریں گے۔ یہ ایسی شراب ہوگی کہ نہ اِس سے دردِ سر ہوگا اور نہ عقل میں فتور آئے گا۔ پرندوں کا گوشت ہوگا اور ان کیلئے گوری گوری بڑی آنکھوں والی حوریں ہونگی اور انہیں ہر طرف سے سلام ہی سلام کی آوازیں آئیں گی۔ یہ سب کچھ ان کو ان کے اعمال کے صلہ میں ملے گا۔ اور اصحاب یمین کی جزا یعنی داہنے والے کیا کہنا ان داہنے والوں کا وہ ایسے باغوں میں ہونگے جہاں بے خار بیریاں ہونگی۔ اور تہہ بہ تہہ کیلے ہونگے۔ لمبا لمبا سایہ ہوگا اور کثرت سے میوے ہونگے۔ خوبصورت حوریں ہونگی جن کے ناز و انداز حسن و جمال سب چیزیں دلکش ہونگی۔ اور وہ جس چیز کی خواہش کریں گے خود بخود حاضر ہو جائے گی۔ اصحاب شمال یعنی بائیں والے کیا ہی بُرے ہیں یہ وہ لوگ ہونگے جو آگ میں ہونگے اور کھولتے ہوئے پانی سیاہ دھوئیں کے سایہ میں جو نہ ٹھنڈا ہوگا نہ فرحت بخش یہ لوگ دنیا میں بڑی خوشحالی میں رہتے تھے۔

شرک اور کفر جیسے گناہوں پر اصرار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا اِس کے بعد ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور کیا ہمارے باپ دادا بھی یہ تو کوئی ماننے والی بات نہیں۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ سے ارشاد فرمایا کہ کہہ دیجئے کہ تم سب اگلے پچھلوں کو ایک خاص وقت پر جمع کیا جائے گا پھر تمہیں کھانے کو زقوم اور پینے کو کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا اور یہی تمہاری ضیافت ہوگی۔ بھائیوں نے بڑے شوق اور انہماک سے بابا جی کی باتیں سنیں اور چاہتے تھے کہ بابا جی بولتے رہیں اور ہم سنتے رہیں لیکن رات کافی بیت چکی تھی اِس لئے محفل برخاست کرنی پڑی۔

یکم نومبر 2009ء اور اتوار کا دن تھا۔ آج بابا جی نے واپس گوجرانوالہ مرکز تعمیر ملت جانا ہے۔ پروگرام کے مطابق آج ناشتہ بھائی غلام مرتضیٰ صاحب کے دولت خانہ کورنگ ٹاؤن اسلام آباد میں تھا۔ بابا جی اپنے ورد و وظائف سے فارغ ہو کر تھوڑی دیر کیلئے خواجہ ولی محمد صاحب کی بیٹھک میں بھائیوں سے گپ شپ لگا کر تقریباً 8 بجے مرتضیٰ صاحب کی طرف G.M صاحب کی گاڑی میں بمعہ اقبال احمد صاحب قدرت اللہ صاحب اٹک والے اور سر سلطان صاحب پنڈی گھیپ والے کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ کچھ دوسرے بھائی جن میں خالد مسعود صاحب، جناب طارق محمود صاحب بمعہ عزیز عارف صاحب، اسحاق صاحب اور ابرار احمد صاحب بھی پہنچ گئے۔ مرتضیٰ صاحب نے پرخلوص ناشتہ جس میں مکھڈی حلوہ کچھ زیادہ ہی پرکشش تھا پیش کیا۔ یہ محفل تقریباً دس بجے تک رہی۔ بابا جی کو کچھ بھائیوں نے الوداع کیا اور کچھ بھائی جی ایم صاحب کی گاڑی میں بابا جی کے ساتھ سواں اڈہ کی طرف روانہ ہو گئے جہاں سے بابا جی نے گوجرانوالہ روانہ ہونا تھا۔ بھائی عبدالکریم صاحب اور بھائی منظور صاحب بھی اڈہ پر بابا جی کو الوداع کرنے پہنچ چکے تھے۔ پھر سب بھائیوں نے مل کر تقریباً ساڑھے گیارہ بجے بابا جی کو الوداع کیا اور وہ پروفیسر طارق صاحب کے ہمراہ گوجرانوالہ چلے گئے۔

اللہ بابا جی کا سایہ ہمارے سروں پر تا دیر، صحت کے ساتھ قائم دائم رکھے اور تمام بھائیوں کو اعلیٰ اخلاقی مراتب سے نوازے۔ آمین!

پیارے رسول ﷺ کی پیاری زبان

محمد صدیق ڈار توحیدی

کَلِمہ! ہر بامعنیٰ لفظ کوکَلِمہ کہتے ہیں۔اس کی تین اقسام ہیں۔اسم فعل اورحرف کسی بھی زبان کوسمجھنے کیلئے اس کی گرامر کا سمجھنا ضروری ہوتا ہے۔قارئین کرام سے گذارش ہے کہ گرامر کی بنیادوں میں دلچسپی رکھتے ہوئے ان مختصر اسباق کو ذہن میں بٹھانے کیلئے بار بار پڑھیں۔

اِسم کی قسمیں

عربی میں نام کو اِسم کہتے ہیں۔جس اسم کے بولنے سے اُس کی صورت ذہن میں آ جائے وہ ظاہر اسم کہلاتا ہے۔جس اسم سے چیز کا تصور ذہن میں نہ آئے وہ پوشیدہ اسم کہلائے گا۔پہلے کی مثال **قَلَمٌ** اور دوسرے کی **ھُوَ** ہے۔

اِسم نکرہ وہ اسم جو ایک قسم کی بہت سی چیزوں کیلئے بولا جاتا ہو جیسے **کِتَابٌ**، **قَلَمٌ**، **رَجُلٌ**۔

اِسم معرفہ وہ اسم جس سے ایک خاص شخص، چیز یا جگہ مراد لی جائے جیسے۔ **حَامِدٌ**، **اَلْکِتَابُ**، **لَاھُورُ** '۔اسم نکرہ کے شروع میں ''ال'' لگانے سے اسم معرفہ بن جاتا ہے۔جیسے **اَلرَّجُلُ**، **اَلْکِتَابُ**۔

اسم فاعل اِس شخص کیلئے بولا جاتا ہے جو کوئی کام انجام دیتا ہے۔اِس کے چھ صیغے ہیں۔عربی میں **وَاحِد** اور جمع کے علاوہ دو چیزوں کیلئے ''**تَثْنِیَہ** '' کا صیغہ الگ آتا ہے۔ مذکر اور مونث کیلئے بھی علیحدہ علیحدہ الفاظ آتے ہیں۔اب اسم فاعل کی گردان ملاحظہ فرمائیں کہ کس طرح ہر صیغے کیلئے لفظ میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ہر لفظ کی ادائیگی کے انداز کو'' **وَزَن**'' کہتے ہیں۔اِس لئے لفظ کوئی بھی ہو اپنے مخصوص خانے میں اس مقررہ وزن کے مطابق ہی ادا کیا جاتا ہے۔

گردان اسم فاعل

		واحد	تثنیہ	جمع
علم سے عالم	مذکر	**عَالِمٌ**	**عَالِمَانِ**	**عَالِمُوْنَ**
(جاننے والا)	مونث	**عَالِمَةٌ**	**عَالِمَتَانِ**	**عَالِمَاتٌ**

اِسم مَفْعُول وہ اسم جس پر کوئی فعل واقع ہوتا ہے۔اس کے بھی چھ صیغے ہیں۔ہر صیغہ ایک سانچہ ہے اس میں آنے والے ہر لفظ کے اعراب اور ادائیگی اس کے مطابق ہوگی۔

گردان اسم مفعول

		واحد	تثنیہ	جمع
ضرب سے	مذکر	مَضْرُوْبٌ	مَضْرُوْبَانِ	مَضْرُوْبُوْنَ
مضروب	مونث	مَضْرُوْبَةٌ	مَضْرُوْبَتَانِ	مَضْرُوْبَات
(جسے مارا گیا)				

حضرت اویس قرنیؒ

ترتیب :۔ جواد رضا

شانِ اقدس

حضرت اویس قرنیؒ کی ذات تابعین کی سرتاج ہے۔رسول اللہ ﷺ نے آپؒ کی نسبت فرمایا ہے کہ "**اویس القرني خير التابعين باحسان وعطف**" یعنی حضرت اویس قرنیؒ احسان اور عطف کی رو سے تابعین میں بہت اچھے ہیں۔جس شخص کی تعریف خود رحمۃ اللعالمین ﷺ اپنی زبان سے بیان فرمائیں۔اُن کی تعریف کوئی دوسرا کیسے کرسکتا ہے؟

پھر جناب رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے حضرت اویس قرنیؒ کی شکل کے پیدا کر کے اُن کے درمیان حضرت اویس قرنیؒ کو بہشت میں داخل کرے گا۔تاکہ مخلوق اُن کو دیکھ نہ سکے۔سوائے اُس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ چاہے گا اُنؒ کی زیارت کر لے۔کیونکہ حضرت اویس قرنیؒ نے دُنیا میں محض اس لئے چھپ کر خدا کی عبادت کی کہ دنیا اُن کو نیک نہ سمجھے۔اِس لئے قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ اُس کو مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ رکھے گا۔ کیونکہ۔" **اوليائي تحت قبائي ولا يعرفهم غيري**"۔

ترجمہ!"میرے دوست میری قبا کے نیچے ہیں۔میرے سوا اُن کو کوئی نہیں پہچان سکتا"۔

حاضرِ خدمتِ رسول نہ ہونے کی وجہ:۔

حضرت اویس قرنیؒ کے حسب ونسب کا ذکر تاریخ کی کسی کتاب میں نہیں ملتا۔ کیونکہ آپؒ نے ساری عمر دنیا سے دور رہ کر گزاری۔اِس لئے لوگ آپؒ کے بارے میں زیادہ کچھ نہیں جانتے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری اُمت میں ایک مرد ایسا ہے،جس کی سفارش سے اللہ تعالیٰ میری اُمت کے اتنے گنہگاروں کو قیامت کے دن بخش دے گا،جس قدر قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر کی بھیڑوں کے بال ہیں۔

صحابہؓ نے عرض کیا۔"یا رسول اللہ ﷺ! وہ شخص کون ہے اور کہاں رہتا ہے؟"۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔"اویس اُس کا نام ہے،قرن میں (جو علاقہ یمن میں ہے) رہتا ہے"۔

صحابہ کرامؓ نے پوچھا۔"یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ نے اُن کو دیکھا ہے؟"۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ "میں نے اُس کو باطنی آنکھوں سے دیکھا ہے"۔
صحابہ کرامؓ نے عرض کی۔ "آپؐ کا دوست حاضر خدمت کیوں نہیں ہوا؟"۔
آپؐ نے فرمایا۔ "اس کی دو وجوہات ہیں۔ غلبہ حال اور تعظیم شریعت۔ اس کی والدہ ضعیف نابینا اور مومنہ ہے۔ وہ شتربانی کر کے اُس کی خدمت بجالاتا ہے"۔
صحابہؓ نے پھر سوال کیا۔ "کیا ہم اُس کی زیارت کر سکتے ہیں؟"۔
آپؐ نے فرمایا۔ "نہیں، البتہ عمرؓ اور علیؓ اُس کو دیکھیں گے"۔ پھر حضرت علیؓ اور عمرؓ کو مخاطب کر کے بولے۔ "تم اُس سے ملو تو میرا سلام کہنا اور میری اُمت کے حق میں دُعا کرنے کی التماس کرنا۔
جب آنحضرتؐ کے وصال کا وقت قریب آیا تو صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ آپؐ کا خرقہ کس کو دیا جائے؟"۔ آپؐ نے فرمایا۔ اویس قرنیؓ کو۔۔۔۔"۔
چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کوفہ تشریف لائے تو لوگوں سے حضرت اویسؓ کا پتہ پوچھا۔ ایک شخص نے اُٹھ کر عرض کی کہ میں اُس کو جانتا تو نہیں، لیکن ایک دیوانہ سا شتربان ضرور رہتا ہے۔ جو آبادی میں کبھی نہیں آیا۔
چنانچہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اُس کے بتائے ہوئے پتہ کے مطابق وہاں تشریف لے گئے۔ تو دیکھا کہ جناب اویسؓ نماز میں مصروف ہیں۔ فراغت کے بعد انہوں نے السلام علیکم کہا۔
جناب عمر فاروقؓ نے جواب سلام عرض کرنے کے بعد آپؒ سے نام پوچھا۔
آپؒ نے جواب دیا۔ "عبداللہ"۔
حضرت عمرؓ نے فرمایا" ہم سب عبداللہ یعنی خدا کے غلام ہیں۔ اپنا خاص نام ارشاد فرمائیں"۔
آپؒ نے جواب دیا۔ "اویس"۔ پھر حضرت عمرؓ نے اپنا اور حضرت علیؓ کا تعارف کروایا۔ پھر حضرت فاروقؓ نے فرمایا۔ "اپنا دایاں ہاتھ دکھائیں۔۔۔۔"۔
تب آپؒ نے اپنا دایاں ہاتھ دکھایا۔ جو نشان رسول مقبولؐ نے فرمایا تھا۔ اُس کو دیکھ کر جناب عمر فاروقؓ نے فرمایا۔ "جناب رسول اللہؐ نے آپ کو سلام کہا بھیجا ہے اور اپنا خرقہ ارسال فرمایا ہے اور وصیت فرمائی ہے کہ میری اُمت کیلئے دعا فرمائیں۔

آپؓ نے فرمایا۔"اے عمرؓ تم مجھ سے بہتر دُعا کر سکتے ہو"۔
حضرت عمرؓ نے کہا۔"میں بھی یہی کام کرتا ہوں۔آپ حضورﷺ کی وصیت بجا لائیں"۔
حضرت اویسؒ نے کہا۔"اے عمرؓ شاید کوئی اور اویس ہے۔جس کو وصیت دی گئی ہو"۔
فاروقِ اعظمؓ نے فرمایا"نہیں،حضورؐ نے آپ ہی کا نشان دیا تھا۔جونشان اُنھوں نے فرمایا تھا،وہ نشان ہم نے دیکھ لیا ہے"۔
اس کے بعد اویسؒ نے کہا"اچھا حضورؐ کا لباس لاؤ تا کہ میں دُعا کروں"۔
یہ کہہ کر حضورﷺ کا خرقہ لے کر ذرا فاصلے پر جا کر سر بسجود ہو گئے اور عرض کیا۔"خدا میں اُس وقت تک تیرے حبیبﷺ کا خرقہ نہ پہنوں گا جب تک تو ساری اُمت کو نہ بخش دے۔کیونکہ رسالت مآبﷺ نے اُمت کو میرے حوالے کیا ہے"۔
آواز آئی۔"چند آدمیوں کو تیری خاطر بخش دیا"۔
آپؒ نے پھر عرض کی۔"میں سب کو بخشوانا چاہتا ہوں"۔
اِسی قیل وقال میں جب سفارش کی تعداد بڑھتی جارہی تھی۔
حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ جو کہ دور کھڑے تھے،حضرت اویسؒ کے قریب تشریف لے آئے۔
حضرت اویسؒ نے اُنؓ کو دیکھ کر فرمایا۔"کاش تم لوگ ذرا صبر کرتے تو میں ساری اُمت کو بخشوالیتا"۔
بعدازاں حضرت اویسؒ نے خرقہ پہن لیا۔
حضرت عمر فاروقؓ نے جب آپؒ کی طرف نگاہ کی تو خلافت سے جی بھر گیا اور فرمایا۔"کوئی ہے جو خلافت کو ایک روٹی کے عوض مجھ سے خرید لے؟"۔
حضرت اویس قرنیؒ نے کہا۔"جو عقلمند نہ ہوگا،وہی خریدے گا۔
خرید وفروخت کا یہاں کیا ذکر؟ پھینک دو۔جس کا جی چاہے اُٹھا لے۔
پھر خرقہ کی طرف اشارہ کر کے بولے۔"اللہ تعالیٰ نے اِس لباس کے طفیل قبیلہ بنی ربیعہ اور بنی مضر کی بھیڑوں کے بالوں کے برابر اُمت محمدیہﷺ کو بخش دیا ہے"۔
اس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے پوچھا۔"آپ نے جناب رسول اللہ کی زیارت کیوں نہ

کی؟''۔

حضرت اویسؒ نے پوچھا۔تم نے زیارت کی ہے؟۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔''ہاں''۔

پھر حضرت اویسؒ نے پوچھا۔''اگر یہ درست ہے تو بتاؤ آنحضرت ﷺ کے ابرو پیوستہ تھے یا نہیں؟''۔

مگر حضرت عمر فاروقؓ اِس سوال کا جواب نہ دے سکے۔ازاں بعد حضرت اویسؒ نے سوال کیا۔''آپ رسول خدا ﷺ کے دوست ہیں۔بتایئے اُحد کے دن جب آپؐ کے دندان مبارک شہید ہوئے تو وہ کون سے دانت تھے؟''اس کے بعد حضرت اویسؒ نے اپنا منہ کھول کر دکھایا اور کہا۔''مجھے معلوم نہ تھا کہ کون سے دانت شہید ہوئے ہیں؟اِس لئے میں نے اپنے سب دانت توڑ ڈالے تب قرار آیا''۔

یہ دیکھ کر حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ پر رقت طاری ہوگئی اور کہنے لگے۔''منصب ادب کچھ اور ہی شے ہے''۔

پھر حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کی۔''میرے لئے دُعا کیجئے''۔

حضرت اویسؒ نے فرمایا۔میں ہر نماز میں۔**اللھم اغفرللمومنین والمومنت** پڑھتا ہوں۔اگر تم قبر میں ایمان سلامت لے جاؤ گے تو میری دُعا خود تم کو تلاش کر لے گی۔ورنہ میں دُعا کو ضائع کرنا نہیں چاہتا''۔پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔میں آپ کیلئے کچھ پیش کروں؟''۔

حضرت اویسؒ نے جیب میں ہاتھ ڈال کر دو درہم نکالے اور فرمایا۔''میں نے شتربانی سے یہ دام کمائے ہیں۔اگر آپ اس بات کی ذمہ داری لیں کہ میں ان کو خرچ کرنے تک زندہ رہوں گا تو اور دے دیں''۔

پھر فرمایا۔''اب آپ تشریف لے جایئے۔قیامت قریب ہے۔میں زادِراہ حاصل کرنے کی فکر میں ہوں''۔

چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ واپس تشریف لے آئے۔

غلبہ حال اور عبادت گزاری

ربیع کا قول ہے کہ میں اویسؒ کی تلاش میں روانہ ہوا۔چنانچہ جب میں اُن کے

پاس پہنچا، وہ صبح کی نماز میں مشغول تھے۔نماز سے فارغ ہوکر تسبیح شروع کی، یہاں تک کہ ظہر کی نماز کا وقت آ گیا۔اسی طرح دو نمازوں کے درمیان تسبیح پڑھتے اور وقت پر نماز ادا فرماتے۔ یہاں تک کہ تین دن کامل گزر گئے۔نہ کچھ کھایا، نہ پیا اور نہ آرام کیا۔چوتھی رات میں نے دیکھا کہ یونہی ذرا سی آنکھ لگی۔مگر فوراً یہ کہتے ہوئے مناجات کرنے لگے۔"خداوند میں ایسی آنکھ سے جو زیادہ سوئے اور ایسے پیٹ سے جو زیادہ کھائے، تیری پناہ چاہتا ہوں"۔

ربیع کہتے ہیں۔"میں نے یہ حال دیکھ کر اپنے دل میں کہا، میرے لئے اتنی ہی بات کافی ہے چنانچہ واپس چلا آیا"۔

احوالِ آخر:۔

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت اویسؒ چونکہ تنہائی پسند تھے۔اس لئے اُن کی حیات کی اکثر پہلو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہے۔حضرت اویس قرنیؓ کی عمر آخر کے متعلق تذکرۃ الاولیاء میں بیان ہے کہ حضرت اویسؒ، حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں اُنؓ کے پاس تشریف لے آئے تھے اور اُنؓ کے ساتھ کئی جنگوں میں حصہ لیا۔اور دورِ خلافت علیؓ میں ہی آپ کا وصال ہوا۔

اقوالِ اویس قرنیؓ

1۔ جس شخص نے خدا کو پہچان لیا، اُس پر کوئی چیز مخفی نہ رہی۔

2۔ جس شخص نے خدا کو سمجھا، وہ ہر چیز کو سمجھ جاتا ہے۔

3۔ تنہائی میں سلامتی ہے۔

4۔ دل کو حاضر رکھو، تاکہ غیر کو اس میں دخل میسر نہ ہو۔

5۔ سربلندی عاجزی میں ہے، سرداری سچائی میں ہے، فخر فقر میں ہے، نسبت پرہیز گاری میں ہے، بزرگی قناعت میں ہے، استغنا توکل میں ہے۔

6۔ اگر انسان عبادت الٰہی ملائکہ کے برابر کرے اللہ اُسے قبول نہ کرے گا، جب تک انسان کو اللہ پر بھروسہ نہ ہوگا۔

ماخوذ از (تذکرۃ الاولیاء، انوار اولیاء)

سفر نامہ کروایشیا (قسط نمبر ۷)

طارق محمود

شہرِ قدیم: کروایشیا کا تاریخی اور قدیم شہر ڈبراونک (Dubrovnic)، یہاں کے قابلِ دید مقامات میں سرِ فہرست ہے۔ زیگرب سے تقریباً ایک ہزار کلومیٹر دور۔ اِرادہ تو اِس کے دیکھنے کا پہلے سے تھا اگرچہ جانا اکیلے ہی پڑتا لیکن خوش قسمتی سے جون میں ایک بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت کی دعوت مل گئی اپنے کورس کوآرڈینیٹر کی طرف سے۔ قیام وطعام کا انتظام البتہ خود کرنا تھا۔ اشتیاق نے ساتھ جانے سے بغیر کسی معقول عذر کے انکار کر دیا اور قائم رہے اپنے انکار پر احباب کے سمجھانے کے باوجود۔

تاریخ اِس شہر کی تیرہ صدیوں تک بتائی جاتی ہے۔ شہر کے چاروں طرف چند فٹ چوڑی فصیل تقریباً دو کلومیٹر لمبی جس میں جابجا بُرج بنے ہوئے ہیں۔ یہ اہتمام سمندر کے راستے آنے والے حملہ آوروں کیلئے کیا گیا تھا۔ شہر کے ایک سمت سمندر ہے جہاں سے بذریعہ موٹر بوٹ آمد ورفت ممکن ہے۔ گاڑی وغیرہ کا داخلہ ممنوع۔ شہر کے بیچ میں ایک بڑی سڑک 60,50 فٹ چوڑی "سترادون" کے نام سے جسکے دونوں طرف چھوٹی چھوٹی گلیاں، دکانیں اور ریسٹورنٹ بیشتر گلیوں میں ہی ہیں۔ تمام گلیاں چوکور پتھر کو تراش کر بنائی گئی ہیں، بیٹھنے کے ٹھکانے Bars کی صورت بے شمار۔ علی الصبح پانی سے دھوئے جانے کی وجہ سے گرد وغبار کا نام ونشان ناپید۔

موسم یہاں کا گرم تھا اِن دنوں بلکہ کافی گرم، درجہ حرارت 40c تک بھی سنا گیا۔ یورپ کے سیاحوں کیلئے عموماً یہ پسندیدہ ہی ہوتا ہے کہ دھوپ دیکھنے کو ترسے ہوئے ہوتے ہیں۔ جبکہ ہمیں بادل زیادہ مرغوب ہیں۔ صبح کا وقت فصیل پر جانے کیلئے موزوں تھا۔ مگر وہاں صبح نو بجے سے شام سات بجے تک ہی جانے کی اجازت تھی اِس لئے کانفرنس کے آخری روز دوپہر دو بجے اِرادہ کیا اِس سفر کا۔ دو بوتلیں فانٹا کی لیں اور ایک احتیاط بہت اچھی کی کہ چھتری ساتھ لے لی۔ آدھا سفر طے کر کے سفاری سوٹ کی شرٹ اُتار کر ہاتھ میں پکڑلی کہ گرمی خوب تھی۔ فصیل پر چلتے ہوئے شہر اور اِس کی گلیاں نظروں میں ہوتی ہیں۔ راستے میں ایک ادھیڑ عمر جوڑا سویڈن کا مل گیا۔ اُن سے

گپ شپ میں سفر ذرا جلدی کٹ گیا۔ نظارہ خوب ہے اور ہے دیکھنے کی چیز۔ چاہے ایکبار دیکھ خیال آیا کہ اتنی قدیم تاریخ تو ہماری بھی ہے اور وہ بھی مستند لیکن۔ وہاں آثار محفوظ کرنے کی بجائے ''جو نقشِ کہن تم کو نظر آئے۔ مٹا دو'' پر عمل ہو رہا ہے۔ میں نے مقاماتِ مقدسہ پر حاضری کے دوران بارہا ''یہ کوئی اور جگہ ہے۔ مقام یار نہیں'' والی کیفیت کا سامنا کیا۔ حرم سے متصل اور قرب و جوار میں کثیر منزلہ عمارات، جدیدیت کے علمبرداروں نے حتی الوسع تمام تاریخی اہمیت کی نشانیوں کو نظروں سے اوجھل کر دیا ہے۔ اِس شہر کو دیکھ کر اندازہ ہوا کہ مکہ اور مدینہ کو بھی اسی طرح کوشش کر کے شور و شغب سے پاک، ایک پرسکون مقام کے طور پر محفوظ کیا جا سکتا تھا۔

ڈیراونک میں اہل مذہب و اہل وطن:

جمعرات کی شام، مسجد یعنی اسلامک سنٹر کا پتہ کیا۔ مختلف گلیوں میں ڈھونڈتے ڈھونڈتے آخر مل ہی گئی۔ ایک عام سے فلیٹ میں پہنچا تو مغرب کا وقت قریب تھا۔ ایک نوجوان نے وضو خانے کا بتایا۔ اندر پہنچا تو امام صاحب مقتدیوں کی جانب سے رُخ کئے بیٹھے تھے۔ سیاہ حُلہ پہنے، داڑھی مونچھ سے بے نیاز ایک دو قطاریں مردوں کی۔ آخری خواتین کی۔ ایک ضعیف قرآن پڑھ رہی تھی بآوازِ بلند اس نے ختم کیا تو ایک مقتدی نے سورۃ الکافرون پڑھی جس کے خاتمے پر سب نے تہلیل پڑھی۔ پھر دوسرے نے سورہ اخلاص اور ایک اور نے سورہ فاتحہ پڑھی والناس کے بعد پھر دُعا مانگی گئی اور نمازِ مغرب ادا کی گئی۔ نماز کے بعد دعا امام نے نہیں کروائی بلکہ موذن نے کچھ آیات پڑھیں۔ سنتوں کے بعد سب کو تسبیح دے دی گئی اور امام نے سبحان اللہ کا دور شروع کروایا۔ پھر الحمدللہ اور اللہ اکبر کے دور کے بعد دُعا نماز کے بعد تعارف ہوا۔ ایک نوجوان جو حلیے میں ڈیراوکو سے ملتا جلتا تھا، خاصی گرمجوشی سے ملا۔ بن یامین نام کے اس نوجوان نے ایک پاکستانی میجر صاحب کا ذکر کیا حفیظ نامی۔ بلکہ ان کو بھی فون بھی کر دیا۔ عبدالحفیظ صاحب سے چند رسمی سی باتیں ہوئیں۔ بتانے لگے کہ وہ اگلے دو دن ڈیوٹی کیلئے مزید دور جائیں گے۔ عشاء میں آنے کا پوچھا تو کہنے لگے مشکل لگ رہا ہے۔ میں نے کہا کہ پھر ملاقات تو ممکن نہیں کیونکہ میں بھی ایک دن سے زیادہ یہاں نہیں رُکوں گا۔

اِسی اثناء میں بنیامین نے کافی کی دعوت دے دی جو فوراً قبول کر لی گئی کچھ دیر بعد حفیظ

صاحب بمع دو اشخاص کے (ایک اردن کا اور ایک مصر سے) پہنچ گئے۔ یہ جان کر البتہ کافی خوشی ہوئی کہ کم از کم 25 کلومیٹر سے آئے ہیں اس آوارہ کوئے بتاں کے سبب۔ کافی گہما گہمی ہوگئی۔ اتفاق مزید یہ تھا کہ بقول عبدالحفیظ صاحب دو دن سے انکا موبائل گڑبڑ تھا بیٹری کی وجہ سے، وہ کچھ دیر ON رکھ کر اس کو بند کر دیتے تھے۔ شام کو انہوں نے جیب سے موبائل نکالا بند کرنے کیلئے تو اسی وقت گھنٹی بجی جو ہمارا ہی فون تھا۔ اگر اس وقت ایک لمحے کی تاخیر بھی ہو جاتی تو رابطہ ممکن نہ ہوتا۔ مسجد میں جانا ساڑھے آٹھ بجے شام ہوا تھا۔ رات آدھی بیت گئی ان نوجوانوں کا خیال تھا کہ اِس معاشرے میں جہاں کہ وہ رہ رہے ہیں اور پاکستان جیسے ملک کے معاشرے میں، اسلام پر عقیدہ رکھنا اور عمل پیرا ہونا دونوں کی Worth مختلف ہونی چاہئے کہ ان کی قربانی اس سلسلے میں زیادہ ہے، میں نے کہا کہ ایک اور پہلو یہ بھی تو ہے کہ تم لوگ یہ سب کھیل تماشا دیکھ چکے ہو اور اس کا بے معنی اور کھوکھلا پن تم پر واضح ہو چکا ہے۔ جواب ان کا اثبات میں تھا۔

نماز کے علاوہ ایک اور کمرہ جس میں TV، کمپیوٹر اور مختصر سا کچن بھی تھا، اِن کیلئے کلب کا کام دیتا ہے، نماز ظہر کی روزانہ اور جمعرات کو مغرب اور عشاء کیونکہ بیشتر مسلمان زیادہ تر 5,4 کلومیٹر دور رہتے ہیں۔ ایک لڑکی سلیولیس لباس پہنے امام صاحب کے پاس بیٹھی مختلف مذہبی موضوعات پر گفت وشنید کر رہی تھی۔ میں نے میجر حفیظ سے کہا کہ یہ لڑکی قرآن فہمی کیلئے امام صاحب سے گفتگو کر رہی ہے ذرا بتایئے تو ! Is This acceptable to Quran?

اُنہوں نے نظروں ہی نظروں میں بھرپور تائید کی۔

اُردن کے ریاض صاحب پرویز مشرف کے بہت مداح تھے۔ بلکہ باہر رہنے والے (پاکستانی اور غیر پاکستانی) اِنکے غیر ملکی میڈیا میں دیئے گئے بیانات کے بعد، اِنکے لئے بڑی اچھی رائے رکھتے ہیں۔ (یہ سطور ۲۰۰۲ میں لکھی گئی تھیں) میں نے اِن کو بتایا کہ اگر چہ جنرل مشرف اپنے اعتدال پسندی اور روشن خیالی کے فلسفے کے سبب مغربی دنیا کیلئے Most Acceptable سربراہ مملکت ہیں لیکن پاکستان میں اِنکی روش اتنی پسندیدہ نہیں ہے۔

بن یامین جو کہ کسی سیکورٹی کمپنی میں ہے، کافی خوشی کا اظہار کر رہا تھا ملاقات پر اور جمعہ یہیں

پڑھنے پر۔میں نے جزیرہ "ملی ات" کی سیر کا پروگرام جمعہ کی بجائے ہفتہ پر ڈال دیا۔

نمازِ جمعہ۔ڈبراونک میں :

نماز جمعہ کیلئے دوپہر ایک بجے کا وقت بتایا گیا تھا۔چونکہ یہ پہلا دن فراغت کا تھا اس لئے علی الصبح سمندر سے معانقہ کر کے ناشتہ کیا اور پھر خاطر خواہ آرام کر کے مسجد پہنچ گیا۔اذان ہونے سے پہلے ہی موذن نے اذان کے دوران صرف دایاں ہاتھ کان پر رکھا ہوا تھا۔باقی معاملات میں بھی خفیف سا ردوبدل نظر آیا اگرچہ اصولی فرق اسکونہیں کہا جا سکتا۔نماز کے بعد بن یامین سے ملاقات ہوئی۔اخلاص کا اظہار اسی میں نظر آیا۔دراصل اخلاص ومحبت کیلئے کچھ فراغت اور آسودگی درکار ہوتی ہے اور اجنبی ماحول ہو تو رابطہ بھی۔نوجوان نسل کے پاس فراغت کم ہی ہوتی ہے اپنے کثیر جہتی مشاغل کی وجہ سے۔عمر رسیدہ نسل کے پاس فراغت ہو بھی تو انکو رابطے کی زبانی (یعنی انگریزی) کا مسئلہ درپیش ہوتا ہے۔اس لحاظ سے بن یامین اور دبراوکو جیسے نوجوان غنیمت ہیں جو آسانی گفتگو بھی کر سکتے ہیں اور وقت بھی نکال لیتے ہیں۔نماز کے بعد بن یامین نے اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دی۔گذشتہ روز والی لڑکی بھی ہمارے ساتھ ہی بیٹھ گئی کار میں جسکو اُس نے راستے میں ایک مقام پر اُتارا۔ایک کیفے میں بیٹھ کر جوس اور کافی کا دور چلا۔بنیامین نے بڑے جذباتی انداز میں اپنی زندگی میں ہونے والی تبدیلی کے بارے میں بتایا۔اسکے بقول تین،چار سال پہلے اسکی روش بہت مختلف تھی۔شب وروز لہو ولعب میں بسر ہوتے تھے۔تمام منکرات اسکی زندگی میں شامل تھے۔ماں باپ بھی برائے نام مسلمان ہیں۔

اِس لئے کوئی روک ٹوک بھی نہ تھی۔لیکن اب اس پر اللہ کا کرم ہو گیا ہے اور وہ تمام خرافات سے تائب ہو چکا ہے۔یہ لڑکی سنیلا جو ہمارے ساتھ آئی ہے اس سے اِرادہ شادی کا پختہ ہے اور اسکی تعلیم مکمل ہونے پر وہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو جائیں گے۔اس لڑکی سے اسکی ملاقات اسی مسجد میں ہی ہوئی تھی۔میں نے بنیامین سے پوچھا کہ سابقہ زندگی میں کیا خرابی تھی کہ ان دلچسپیوں سے منہ موڑ لیا؟ اس نے بتایا کہ وہ ایک مسلسل دھوکہ اور فریب بھرا دور تھا۔میں کسی سے مخلص نہیں تھا۔صنف مخالف سے تعلق بھی صرف خوش وقتی کیلئے،شراب ومنشیات،سب کر کے دیکھ لیا،سب بے کار،

جولطف اللہ سے تعلق جوڑنے میں ہے وہ اُس زندگی میں مفقود تھا۔اب وہ بہت مطمئن اور سنیلا کے ساتھ اپنے مستقبل کے اِرادوں کے سبب بہت خوش ہے۔

میں نے یہاں فلسفہ جھاڑ کر اسے بدمزہ کرنے کی کوشش نہ کی ورنہ سوالوں کی کمی نہ تھی۔البتہ اتنا کہا کہ تمہاری یہ کایا پلٹ اتنی مشکل اس لئے نہ تھی کہ آزادی اور بے راہ روی کی انتہا تم دیکھ چکے۔(دوسرے لفظوں میں تو سوچو ہے پورے کر چکے ہو)اس لئے اب حاجی بننے میں بھی اتنی مشکل نہ ہونی چاہیے۔آخری سوال اس سے یہ تھا کہ کبھی پچھلی صحبتوں نے پھر واپس بلانے کی کوشش نہیں کی؟ کہنے لگا ابھی تک تو پلٹ کر پیچھے نہیں دیکھا۔میں نے اِسے کچھ مشاہدات بتائے جن میں بعض لوگ بہت جوش وخروش سے نیکی کی طرف مائل ہوئے اور پھر اسی شدت سے واپس لوٹ گئے یا سابقہ دوست احباب نے رفتہ رفتہ واپس کھینچ لیا اِسی ماحول میں۔

ایک نکتہ ذہن میں آیا کہ آبا وٴاجداد سے گھٹی میں ملنے والے اعتقادات سے انسان کبھی آزاد نہیں ہو پاتا اِس لئے جوں جوں وہ منکرات میں مبتلا ہوتا چلا جاتا ہے توں توں اِسکے عقیدے کے ہاتھ میں احساس گناہ کا ایک کوڑا آجاتا ہے اور کجروی میں اضافے کے ساتھ ساتھ اس کوڑے کی ضربوں میں شدت آجاتی ہے۔شاید اِسی لئے وقت کے ساتھ ساتھ یا پھر وقت پیری، انسان مذہب کی طرف رجوع کر ہی لیتا ہے۔

عزیزم بنیامین نے چٹیا بنا کر ربڑ کا ایک رنگ ڈال رکھا تھا۔جی تو چاہا اس سے پوچھنے کو کہ آیا تمہاری یہ چٹیا، معقولیت کیلئے Acceptable ہے؟ لیکن ہر ایک کو بددل کر دینا کہاں کی دانشمندی ہے؟ (جاری ہے)

اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں

امیر اسلام ہاشمی

دہقان تو مر کھپ گیا اب کس کو جگاؤں
ملتا ہے کہاں خوشہ گندم کہ جلاؤں
شاہین کا ہے گنبد شاہی پہ بسیرا
کنجشک فرو مایہ کو اب کس سے لڑاؤں
اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں

ہر داڑھی میں تنکا ہے ہر اِک آنکھ میں شہتیر
مومن کی نگاہوں سے بدلتی نہیں تقدیر
توحید کی تلوار سے خالی ہیں نیامیں
اب ذوقِ یقیں سے نہیں کٹتی کوئی زنجیر
اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں

شاہیں کا جہاں آج کرگس کا جہاں ہے
ملتی ہوئی ملا سے مجاہد کی اذاں ہے
مانا کہ ستاروں سے بھی آگے ہیں جہاں اور
شاہیں میں مگر طاقت پرواز کہاں ہے
اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں

مرمر کی سلوں سے کوئی بے زار نہیں ہے
رہنے کو حرم میں کوئی تیار نہیں ہے
کہنے کو ہر اک شخص مسلمان ہے لیکن
دیکھو تو کہیں نام کو کردار نہیں ہے
اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں

بیباکی و حق گوئی سے گھبراتا ہے مؤمن
مکاری و رُوباہی پہ اتراتا ہے مؤمن
جس رزق سے پرواز میں کوتاہی کا ڈر ہو
وہ رزق بڑے شوق سے اب کھاتا ہے مؤمن
اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں
پیدا کبھی ہوتی تھی سحر جسکی اذاں سے
اس بندہ مؤمن کو میں اب لاؤں کہاں سے
وہ سجدہ زمیں جس سے لرز جاتی تھی یارو
اک بار تھا ہم چھٹ گئے اِس بارگراں سے
اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں
جھگڑے ہیں یہاں صوبوں کے ذاتوں کے نسب کے
اُگتے ہیں تہ سایہ گل خار غضب کے
یہ دیس ہے سب کا مگر اس کا نہیں کوئی
اس کے تن خستہ پہ تو اب دانت ہیں سب کے
اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں
محمودوں کی صف آج ایازوں سے پرے ہے
جمہور سے سلطانی جمہور ڈرے ہے
تھامے ہوئے دامن ہے یہاں پر جو خودی کا
مر مر کے جئے ہے کبھی جی جی کے مرے ہے
اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں

دیکھو تو ذرا محلوں کے پردوں کو اُٹھا کر
شمشیر و سناں رکھی ہیں طاقوں پہ سجا کر
آتے ہیں نظر مسند شاہی پہ رنگیلے
تقدیر اُمم سو گئی طاؤس پہ آ کر
اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں

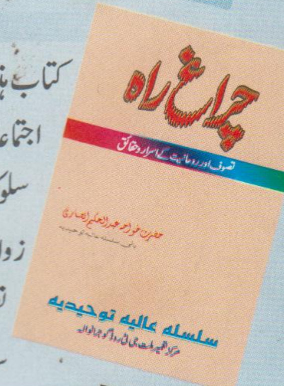
مکاری و عیاری و غداری و ہیجان
اب بنتا ہے ان چار عناصر سے مسلمان
قاری اِسے کہنا تو بڑی بات ہے یارو
اس نے تو کبھی کھول کے دیکھا نہیں قرآن
اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں

کردار کا گفتار کا اعمال کا مومن
قائل نہیں ایسے کسی جنجال کا مومن
سرحد کا ہے مومن کوئی بنگال کا مومن
ڈھونڈے سے بھی ملتا نہیں قرآن کا مومن
اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف



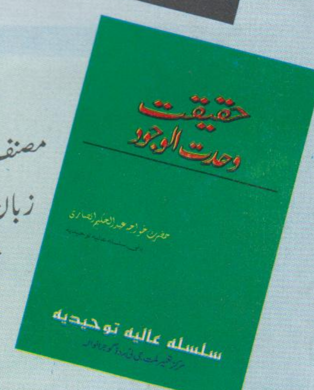
قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات
اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار
ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع
اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور
واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی
اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



کتاب ہٰذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ
اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔
سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔
زوال امت میں امراء، علماء، صوفیا کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔
تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوف کے انسانی زندگی پر اثرات۔
سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے
تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ
کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی
مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام
اوراد و اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے
ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔



وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔
مصنفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدہ کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان
زبان میں بیان کر دیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:-
حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقا اور ترقی کیلئے دین
کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریہ وحدت الوجود کو جنم دیا
اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔

Reg: SR - 01

Website: www.toheedia.net